خون کی پیاس

عمران سیریز

A contact loved ones.
ایک رابطہ اپنوں سے
Aik Rabta Apno Se.
پاکستانی پوائنٹ

مشتاق احمد قریشی

www.PakistaniPoint.Com
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

خوف کی پیاس

مشتاق احمد قریشی

کردار کبھی نہیں مرتے کیوں کہ کارنامے انہیں ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں

زندگی
رک جائے تو سکوت' بسر ہو تو سفر
اشک بار ہو تو عذاب' گنگنائے تو آب شار
رواں دواں رہے تو دریا' تھک جائے تو ایک بوجھ
لیکن اگر مسکرائے تو .....عمران
جی ہاں ..... وہی عمران جس کے دم سے زندگی ہنستی بھی ہی اور گنگناتی بھی
قہقہے بھی لگاتی ہے اور اٹھکیلیاں بھی کرتی ہے
ابن صفی کا وہ لافانی کردار جسے مشتاق احمد قریشی کے قلم نے نئی زندگی بخشی

ہر ماہ دنیا کا کارنامہ ہر ماہ سے جڑا ایک باب مرتے افق کی صفحات پر

عمران کے کچھ نئے سوٹ سل کر آئے تھے اور سلیمان انہیں پریس کر رہا تھا۔ گل رخ بھی اس کام میں اس کی معاونت کر رہی تھی۔ سلیمان نے کہا۔

''یہ کپڑے بھی کیا چیز ہوتے ہیں۔ انہیں پہن کر انسان بڑا آدمی بن جاتا ہے اور یہی معمولی ہوں تو حلیہ خراب ہو جاتا ہے۔ اب یہ سوٹ دیکھ! اگر میں پہن لوں تو کیسا لگوں؟'' سلیمان نے ایک خوبصورت سے سوٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ! بس یونہی لگے گا جیسے کوئی لکڑ بھگا جینز پہن کر اترا رہا ہو۔''

''مجھے دیکھ کر تو تیرے دل میں آگ لگی رہتی ہے' سب سمجھتا ہوں تیری حرکتیں خواب دیکھتی تھی محلوں کے اور آ گئی اوقات پر۔'' سلیمان منہ ٹیڑھا کر کے بولا۔

''میں نے تو کبھی محلوں کے خواب نہیں دیکھے' مگر تو ضرور خود کو گلفام سمجھتا ہے۔ سوٹ پہن لینے سے صورت تو نہیں بدل جاتی انسان کی۔''

''بدل جاتی ہے' ویسے بھی میری صورت میں کیا خرابی ہے۔ ابھی معلوم نہیں ہے تجھے کیا کیا ہو چکا ہے میرے لئے پتا چلے گا تو حیران رہ جائے گی۔ جل مرے گی۔''

''پتا نہیں چلا تب بھی حیران ہوں کہ خدا نے ایسے ایسے بنائے ہیں۔'' گل رخ کہاں چوکنے والی تھی۔

''سوٹ پہن کر دکھاتا ہوں تجھے پھر فیصلہ کر لینا ابھی آیا۔'' سلیمان نے پریس کیا ہوا سوٹ اٹھا کر غسل خانے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''یہ نمک حرامی ہے۔ صاحب بے چارے نے ابھی یہ سوٹ دیکھا بھی نہیں اور سلیمان صاحب لٹکا لیں گے۔'' گل رخ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یہی تو تو نہیں سمجھے گی جاہل! ہزاروں نوکریاں تھیں میرے لئے' مگر صاحب مجھے کوئی دوسرا نہیں ملا اور مجھ جیسا صاحب کو دوسرا نہیں ملا اور نہ ملے گا۔ میں نے تو ان کے سارے اچھے سوٹ پہن رکھے ہیں۔ کیا زمانہ تھا۔ بس شادی کر کے پھنس گیا۔'' سلیمان سوٹ لئے غسل خانے میں داخل ہو گیا۔ اس نے غسل خانے کا دروازہ بند ہی کیا تھا کہ فلیٹ کی گھنٹی بج اٹھی۔ سلیمان کو تو آواز نہیں سنائی دی تھی لیکن گل رخ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھلا تو عمران تھا۔ وہ دو بڑے پیکٹ اٹھائے کھڑا تھا۔ گل رخ کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

''سلیمان گھر پر نہیں ہے کیا؟'' عمران نے بے اختیارانہ انداز میں پوچھا۔

''ہے۔'' گل رخ نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

''پھر کیوں ہنس رہی ہے؟ کیا اس کے سینگ نکل آئے ہیں؟''

''آپ اندر تو آیئے صاحب۔ ایک تماشا دکھاؤں آپ کو۔'' اور عمران اسے مشکوک نظروں سے دیکھتا ہوا اندر آ گیا۔

''کہاں ہے تماشا؟''

''اس کمرے میں۔'' گل رخ نے اپنے کمرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''تیرا دماغ تو درست ہے کیریکٹر سرٹیفکیٹ رکھتا ہوں ہمیشہ جیب میں' یہ پکڑ ابھی دکھاتا ہوں۔'' عمران نے دونوں پیکٹ گل رخ کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

اسی وقت غسل خانے سے سیٹی کی آواز ابھری اور عمران چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ سیٹی کی آواز کی دھن پر ''تیری پیاری پیاری صورت کو کسی کی نظر نہ لگے'' گایا جا رہا تھا۔

''پھر سلیمان دروازہ کھول کر باہر نکل آیا لیکن عین سامنے عمران کھڑا نظر آیا تو سلیمان کی آنکھیں پھیل گئیں۔ سکڑے ہوئے ہونٹوں سے سیٹی غائب ہو گئی اور صرف پھوپھوسائی دینے لگی جس سے تھوک کی چھینٹیں خارج ہو رہی تھیں۔

عمران نے معنی خیز نگاہوں سے سلیمان اور پھر گل رخ کو دیکھا اور پھر نہایت مہذب لہجے میں بولا۔

''یہ.....کون صاحب ہیں گل رخ؟''

گل رخ منہ پر دوپٹہ رکھ کر ہنس پڑی تھی۔ سلیمان کا چہرہ ایک لمحے کے لئے ہونق بنا رہا اور پھر اپنے آپ کو سنبھال کر مسکراتا ہوا بولا۔ ''کیسا لگ رہا ہوں صاحب؟''

''ابے! ہائیں سلیمان.....افوہ..... یہ تو ہے' خدا کی پناہ۔ کیا شخصیت پائی ہے۔ کمال ہے' میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔'' عمران کا موڈ دیکھ کر سلیمان کی ہمت بندھی اور اس نے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔

''بس اس نے جوش دلایا تھا صاحب! ورنہ یہ جرأت نہیں کرتا۔ ذرا پوچھیے اس سے صاحب کہ میری پرسنالٹی کیسی ہے؟''

''تیری شخصیت کو تو دنیا نے تسلیم کیا ہے سلیمان۔ گل رخ کیا کہہ رہی تھی؟''

''بس صاحب! یہ عورتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ آپ کا تو میں اتنا احترام کرتا ہوں کہ میرا بس نہیں چلتا کہ کیا کروں آپ کے لئے۔ نثار ہو جاؤں آپ پر' آپ نے شادی نہ کر کے دنیا کا سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔'' سلیمان جھوم کر بولا۔

''ارے وہ..... ہی ہی ہی..... بس ایسے ہی۔'' عمران شرمائے ہوئے انداز میں بولا اور پھر چونک کر کہنے لگا۔ ''لیکن یہ سوٹ تو نے کب سلوایا؟''

''آپ کا ہے صاحب! درزی نئے سوٹ دے گیا ہے جو آپ نے سلوائے تھے۔ یہ گل رخ ہے نا' اس نے چڑا دیا کہ مجھ پر سوٹ اچھا نہیں لگے گا' آ گیا مجھے بھی ہرارہ' پہن ڈالا آپ کا سوٹ۔''

''آہم.....تو اس وقت بہت جچ رہا ہے' سارے سوٹ پہن ڈال' بکنے دے گل رخ کو' میں تیرا ملازم لگ رہا ہوں اس وقت۔'' عمران نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔

''ہزاری عمر کرے اللہ آپ کی صاحب! جی خوش کر دیا' اب اس سے کہیئے کہ اپنے گلفام پر سے مرچیں اتار کے جلا دے۔'' سلیمان کھلا پڑ رہا تھا۔

''آپ نے اسے منع نہیں کیا صاحب۔ یہ بہت زیادہ سر چڑھ گیا ہے آپ کے۔ اکثر آپ کے سوٹ پہنتا رہتا ہے۔'' گل رخ دیدے مٹکا کر بولی۔

''ارے واہ' میرا تو بچپن کا ساتھ ہے۔ تو چار دن سے فلیٹ میں آ گئی تو صاحب کی زیادہ وفادار بن گئی ہے۔ اکثر پہنتا رہتا ہوں صاحب کے سوٹ اور صاحب کی اجازت کے ساتھ۔ کیا سمجھتی ہے تو؟'' سلیمان نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''ہاں.....ہاں بالکل.....بالکل گل رخ یہ جو تیرے ہاتھ میں دو پیکٹ تھمے ہوئے ہیں' ان میں سے ایک میں تیرے لئے ساڑھی ہے' دوسرے میں جوتا۔'' عمران نے کہا اور گل رخ حیرت سے چونک کر اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے پیکٹوں کو دیکھنے لگی پھر اس کے چہرے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔

''مم.....میرے لئے صاحب؟''

''ہاں' بھئی تم دونوں کے علاوہ اس دنیا میں میرا ہے کون؟ یہی وجہ ہے کہ میں کبھی سلیمان کو اپنے سوٹ پہننے سے منع نہیں کرتا۔ یہ جو کچھ کرتا ہے بس یوں سمجھ لو کہ عارضی طور پر غصہ دکھاتا ہوں' ورنہ اصل میں یہی میرا وارث ہے۔ سلیمان تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔'' عمران نے کہا۔

سلیمان کی تو ہنسی ہی نکل آئی تھی۔ گل رخ ایک لمحے تک دانت پیستی رہی لیکن اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے پیکٹوں کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر خوشی ناچ اٹھی اور وہ دونوں پیکٹوں کو سینے سے لگا کر کھڑی ہو گئی۔

سلیمان عمران کے ساتھ فلیٹ سے باہر نکل آیا تھا۔ اس وقت وہ واقعی عمران پر قربان ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔

''یہ سوٹ تجھے بہت عمدہ لگ رہا ہے نا' اس کے ساتھ شرٹ اور ٹائی بھی دے دوں گا۔ کوئی اچھا جوتا ہے تیرے پاس؟''

''جوتا.....؟ نہیں صاحب' کوئی زیادہ اچھا تو نہیں ہے خرید لوں گا ایک۔''

''ہاں ضرور یہ پیسے رکھ لے۔ گل رخ کے لئے تو میں سامان لے آیا ہوں۔ رات کو تم لوگوں کو میرے سات ڈنر میں چلنا ہے۔''

''جی؟'' سلیمان کا منہ بھاڑ سا کھل گیا۔

''ہاں ڈنر نہیں سمجھتا تو۔''

''سس' سمجھتا ہوں صاحب' مم مگر مجھے۔''

''صرف تجھے نہیں' بلکہ گل رخ کو بھی۔''

''ارے وہ ہی ہی ہی مذاق کر رہے ہیں آپ۔''

''سلیمان کیا تجھے میرے تھوڑی دیر پہلے کے الفاظ یاد نہیں ہیں؟ جن میں' میں نے کہا تھا کہ اس دنیا میں تم دونوں کے سوا میرا ہے کون۔''

''یاد ہے صاحب' میں بھی دل' جان اور وہ جو کہتے ہیں کہ سب کچھ سے اپنا سمجھتا ہوں۔''

''یہی سوٹ پریس کر لینا اپنے لئے' جوتا ذرا میچ کرتا ہوا خریدنا اور ذرا شان سے چلنا ہے۔ لوگ بھی کیا یاد کریں گے اور ہاں اس بے وقوف کے لئے میں نے جو ساڑھی خریدی ہے اس کے ساتھ باقی لوازمات بھی ہیں۔ کوئی چیز رہ جائے تو یہ پیسے اور رکھ لے۔ لے آنا۔ اسے بھی ذرا شان کے ساتھ لے چلنا۔''

''گگ.....گل رخ کو؟''

''ہاں' کیا یاد کرے گی کہ سلیمان کی بیوی ہے۔''

''آپ فکر نہ کریں صاحب' کب چلنا ہے؟'' سلیمان اکڑ کر بولا۔

''بس یہی کوئی آٹھ بجے نکل چلیں گے۔'' عمران نے جواب دیا اور سلیمان بھاری بھاری قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کی خوشیوں کی انتہا نہیں تھی۔

گل رخ آنکھیں پھاڑے اس ساڑھی کو دیکھ رہی تھی جو بے حد قیمتی اور بہت شاندار تھی۔ میچ کرتے ہوئے سینڈل تھے اور دوسری بہت سی چیزیں بھی تھیں۔ سلیمان اس کے پاس پہنچا تو گل رخ نے پر مسرت انداز میں سب سامان اس کے سامنے رکھ دیا۔

''معلوم ہے.....معلوم ہے اور میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ دراصل میرے اور صاحب کے درمیان جو تعلقات ہیں اوں' ہوں' مم.....میرا مطلب ہے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ ہم بظاہر مالک اور نوکر کے روپ میں رہتے ہیں لیکن دراصل وہ مجھے ہی اپنا وارث سمجھتے ہیں۔''

''مگر صاحب نے یہ ساڑھی مجھے انعام میں کیوں دی ہے؟''

''آج شام کو صاحب ہمیں کہیں ڈنر میں لے

جارہے ہیں۔ تو بہت عمدگی سے میک اپ کرنا۔ میک اپ کا سامان ہے تیرے پاس؟''

''سب ہے۔''

''بس تو ٹھیک ہے' آج ذرا صاحب کو شان دکھانی ہے۔''

''مگر ہمیں کیوں لے کر چل رہے ہیں صاحب؟'' گل رخ ابھی تک مطمئن نہیں تھی۔

''کمال کرتی ہے' تو میری بیوی ہے آخر اور میں صاحب کا گہرا دوست۔'' سلمان نے جواب دیا۔ گل رخ حیران نگاہوں سے سلیمان کو دیکھنے لگی۔

عمران پھر کہیں چلا گیا تھا اور سلیمان اس کی غیر موجودگی میں گل رخ سے نجانے کیا کیا شیخیاں بگھارتا رہا تھا۔

بات کچھ نہیں تھی بس فیاض ہی کی شامت آئی تھی۔ پچھلے کیس میں فیاض کو بڑی شہرت ملی تھی اور محکمہ سراغرسانی کی طرف سے اسے کچھ اعزازات بھی دیئے گئے تھے۔ خود رحمٰن صاحب نے فیاض کی تعریف کی تھی لیکن فیاض کے علاوہ یہ بات اور کون جان سکتا تھا کہ وہ عمران ہی کا مرہون منت ہے۔ عمران نے کہیں بھی اپنا نام نہیں آنے دیا تھا اور بڑی عمدگی کے ساتھ سارے معاملات فیاض کے سپرد کر دیے تھے' چنانچہ فیاض' عمران پر بھی نثار ہوتا' کم تھا۔ اور اسی خوشی میں اس نے عمران کو دعوت دے ڈالی تھی۔ اس نے کہا تھا۔

''بھئی' میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں نے اور میری بیوی نے طے کیا ہے کہ تمہیں ایک شاندار ڈنر گھر پر دیا جائے۔ میں اس ڈنر میں اپنے کچھ دوستوں کو بھی بلاؤں گا لیکن انہیں جن کا تعلق محکمہ پولیس سے نہیں ہے البتہ تم سے درخواست ہے کہ ذرا سُر میں ہی رہنا۔''

''مطلب.....؟''

''نہیں' نہیں میرا کوئی خاص مطلب نہیں' مطلب یہ کہ بڑی ہمت کر رہا ہوں میری لاج رکھ لینا۔''

''رکھ لوں گا۔'' عمران نے پرسکون انداز میں کہا تھا۔ ''تنہا ہی آنا ہے مجھے؟''

''نہیں تو' تمہارا کیا مطلب ہے؟ فیملی کے ساتھ آجاؤ' میں تمہاری فیملی کو خوش آمدید کہوں گا۔'' فیاض نے ازراہ مذاق کہا تھا اور یہی بات اس کے لئے عذاب بن گئی تھی۔ عمران نے فیصلہ کر لیا تھا کہ سلیمان اور گل رخ کو اپنے ساتھ لے جائے گا چنانچہ یہ تیاریاں اسی سلسلے میں کرائی گئی تھیں۔

سلیمان نے نیا جوتا بھی خرید لیا تھا۔ اور اس کے بعد سرشام ہی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

سات بجے کے قریب عمران واپس آیا تھا۔ عمران نے اپنا لباس تبدیل کیا اور ٹھیک آٹھ بجے وہ گھر سے نکل آئے۔ کار عمران ڈرائیو کر رہا تھا۔ سلیمان اور گل رخ پچھلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ گل رخ کی تو خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ ہر چند کہ وہ تھوڑی بہت پڑھی لکھی تھی لیکن بہرطور ملازمہ تھی اور میک اپ کے معاملے میں اتنی ہوشیار نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے جو میک اپ کیا تھا وہ قابل دید تھا۔ چہرہ بندر کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ میک اپ کی تمام اشیا استعمال کر لی گئی تھیں۔ بالوں کو بھی ایک خاص انداز میں باندھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جس میں سلیمان نے اس کی پوری پوری مدد کی تھی۔ انتہائی قیمتی ساڑھی کو نہایت بھونڈے انداز میں لپیٹا گیا تھا اور بہت ہی اعلیٰ قسم کے قریباً پانچ انچ کی ہیل والے جوتے جنہیں پہن کر کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔ نجانے کس طرح وہ سیڑھیاں اتر کر کار میں آ بیٹھی تھی۔ ساڑھی چونکہ بے تکے انداز میں باندھی گئی تھی اس لئے ٹخنوں سے کچھ اوپر ہی تھی۔ وہ عجیب و غریب مخلوق لگ رہی تھی۔ اس کی نسبت سلیمان بہت شاندار نظر آ رہا تھا۔ اسے سوٹ وغیرہ پہننے کا سلیقہ پہلے سے تھا لیکن چہرے پر پھیلے ہوئے باورچی خانے کو وہ نہیں سمیٹ سکتا تھا۔ اس شان کے ساتھ کار فیاض کی رہائش گاہ میں داخل ہوئی تھی۔

فیاض نے رہائشگاہ کے بیرونی حصے ہی میں انتظام کیا

تھا۔ بڑی خوبصورت قسم کی چیئرز پڑی ہوئی تھیں اور ان پر چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران ہی کا انتظار تھا۔ عمران کی کار پہچان کر فیاض نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا لیکن کار کے عقبی حصے سے دو افراد کو نیچے اترتے دیکھ کر اس کی جان نکل گئی تھی۔ ایک ہی نظر میں اس نے سلیمان اور گل رخ کو پہچان لیا تھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ گل رخ نے کار سے نیچے قدم رکھا تو اوندھے منہ گرتے گرتے بچی۔ سلیمان نے ناک سکوڑ کر اسے سہارا دیا تھا۔

''تمیز سیکھو' کبھی انسانوں میں بیٹھی ہو یا نہیں۔ اتنے بڑے ماڈرن گھر میں رہ کر بھی ساڑھی باندھنا نہیں آئی۔''

''اونہہ! بڑے گھر میں ہر وقت ساڑھی تھوڑی باندھی رہتی تھی' دیکھتے رہنے سے تو ہر کام آ نہیں آ جاتا۔''

''یہ جج.....جوتے کی ایڑی۔''

''جوتے اتار کر پھینک دو۔'' سلمان غرایا۔

''مم..... میں کیا کروں؟ مجھے سہارا دو' ورنہ میں گر پڑوں گی۔'' اور نتیجتاً سلیمان اسے لاد کر لان تک پہنچا تھا۔ بہت سے ہونٹوں پر مسکراہٹیں پھیل گئی تھیں۔ فیاض نے اپنے جن دوستوں کو مدعو کیا تھا ان کا تعلق کسی بھی طور محکمہ پولیس سے یا اس کے اپنے عملے سے نہیں تھا۔ یہ سب اس کے نجی دوست تھے۔ سبھی اپنی اپنی بیگمات کے ساتھ آئے تھے لیکن اس وقت سلیمان اور گل رخ ان سب کی نگاہوں کا مرکز بن گئے تھے اور فیاض دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ عمران سے کسی بھی قسم کی توقع کی جا سکتی تھی۔ لیکن یہ کچھ ہوگا اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ اس نے موقع ملتے ہی عمران کے کان میں سرگوشی کی۔

''یار! مجھے ذلیل کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر ہی لیتے ہو۔''

''کیا مطلب؟'' عمران بگڑ کر بولا۔

''ان دونوں کو لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور وہ بھی اس حلیئے میں۔ اب میں کیا کہہ کر ان کا تعارف کراؤں؟''

''سلیمان اور بیگم سلیمان! تم نے کہا تھا نا کہ اپنی فیملی کے ساتھ آنا۔ تم تو جانتے ہو گھر والوں نے مدت سے مجھ سے رابطہ منقطع کیا ہوا ہے۔ اب تو یہی لوگ میری فیملی ہیں۔ کیا کروں؟'' عمران مغموم لہجے میں بولا تھا۔

اسی وقت فیاض کے کچھ دوست ان کے پاس پہنچ گئے۔

''ہیلو۔'' انہوں نے سلیمان اور گل رخ کی طرف منہ کر کے کہا۔

''جی صاحب۔'' سلیمان بھکاریوں کے سے انداز میں بولا۔

''آپ کا تعارف نہیں ہو سکا۔''

''مم.....میرا تعارف! بب.....با.....میرا مطلب ہے صاحب.....صاحب!'' سلیمان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں عمران کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''مسٹر اینڈ مسز سلیمان۔'' عمران آہستہ سے بولا۔

''ہیلو۔'' ان میں سے ایک نے سلیمان کی جانب ہاتھ بڑھایا اور اس سے مصافحہ کرنے کے بعد اپنا ہاتھ گل رخ کے ہاتھ میں دے دیا۔ گل رخ سمٹ کر سلیمان کے پیچھے ہو گئی۔

''یہ.....یہ کیا ہو رہا ہے؟'' اس نے گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ایٹی کیٹ۔ ایٹیکیٹ' ہاتھ ملاؤ۔'' سلیمان نے کہا اور گل رخ نے بادل نخواستہ اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اس شخص نے گل رخ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر اسے گرمجوشی سے دباتا ہوا بولا۔

''آپ لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ ویسے کیپٹن صاحب کچھ مزید تعارف ہو جائے۔''

''آپ لوگ براہ کرم تشریف رکھئے۔ تعارف بعد میں ہو جائے گا۔ آیئے مسٹر اینڈ مسز سلیمان۔'' فیاض نے کہا اور ان دونوں کو لے کر ایک گوشے کی جانب بڑھ گیا پھر اس نے ان کے لئے کرسی گھسیٹتے ہوئے کہا۔

PAKISTANIPOINT.COM

''بالکل خاموش بیٹھنا' اگر کوئی حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' یہ جملے اس نے دانت پیستے ہوئے کہے تھے اور پھر مسکراتا ہوا عمران کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''عمران صاحب آپ ادھر آیئے میں اپنے دوستوں سے آپ کا تعارف کراؤں۔''

''مسٹر اینڈ مسز سس..... سلیمان کو بھی ساتھ لے لیں۔''

''خدا کے لئے عمران باز آجاؤ۔ ان میں تمام کے تمام لوگ معزز ہیں اور میرا احترام کرتے ہیں۔ میں نے تو کچھ اور ہی سوچا تھا لیکن تم نے سارا کیا کرایا چوپٹ کردیا۔''

''ابے! کیسی باتیں کرتے ہو پہلے خود ہی فراخ دلی سے دعوت دے دیتے ہو اور پھر بعد میں دل دکھتا ہے۔ دو' ہی آدمی تو ہیں۔''

''آؤ' آؤ' دیکھو وہ مسٹر اکرام تمہاری طرف آرہے ہیں۔''

''آنے دو۔ دیکھوں میرا کیا بگاڑ لیتے ہیں؟'' عمران آستین چڑھاتا ہوا بولا۔ اسی وقت ایک اور جوڑا ان کے قریب پہنچ گیا۔

''ہیلو کیپٹن کہیئے آپ کے تمام مہمان آگئے؟''

''جی ہاں تقریباً۔''

''یہ کون صاحب ہیں؟''

''علی عمران! میرے محکمے کے ڈائریکٹر جنرل کے صاحبزادے ہیں۔''

''خوب..... بہت خوب بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔'' اکرام نے عمران سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں بھی آپ سے مل کر بہت خوش ہوا مسٹر انعام۔''

''سوری' میرا نام اکرام ہے۔''

''مم..... مطلب ایک ہی ہوا انعام و اکرام' کیوں سوپر؟'' عمران نے فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور فیاض نے زبردستی ایک قہقہہ لگایا۔

''دراصل! مسٹر عمران بہت ہی پُرمزح آدمی ہیں۔''

''اندازہ ہو رہا ہے۔ ویسے وہ کون حضرات ہیں جنہیں تم اس گوشے میں بٹھا آئے ہو۔ میرا خیال ہے کہ آج کے لئے کوئی خاص اہتمام کیا ہے تم نے۔''

''مسٹر انعام و اکرام! وہ میرے ساتھ آئے ہیں۔ آپ کو گفتگو کرتے ہوئے تھوڑی سی تمیز سے کام لینا چاہئے۔''

''مم..... معافی چاہتا ہوں' میرا کوئی غلط مقصد نہیں تھا۔'' اکرام نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور عمران منہ ٹیڑھا کر کے دوسری جانب دیکھنے لگا۔

''آؤ عمران بیٹھو۔'' فیاض' عمران کو لے کر دوسری جانب بڑھ گیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟ دوسری طرف گل رخ' سلیمان سے کہہ رہی تھی۔

''یہ تو مجھے کہاں لے آیا سلیمان؟ یہاں تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ اور تو نے اس کمینے کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دیا تھا۔ جانتا ہے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟''

''خاموش بیٹھ' میں خود یہاں آپھنسا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کپتان صاحب کے ہاں دعوت ہے۔ صاحب نے مجھے بتایا ہی نہیں تھا۔''

''اب کیا ہوگا؟''

''ہوگا کیا' بس اب خاموش بیٹھ۔ فضول باتیں نہ کرنا۔ یہاں سے ہلنا بھی نہیں۔'' سلیمان نے گل رخ سے کہا۔ اور بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر دانت پیس کر بولا۔

''اس سالے کی بیوی کونسی ہے؟''

''ایں۔'' گل رخ چونک پڑی۔ ''کس کی؟''

''وہی جس نے تجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔ میں اس کی بیوی سے ہاتھ ملاؤں گا۔''

''اے..... دماغ خراب ہوگیا ہے تیرا؟ یہیں پر جھگڑا ہو جائے گا۔ ملا کے دیکھنا اس کی بیوی سے ہاتھ۔

ایک تو میرا ہاتھ ملوادیا اس سے۔'' گل رخ نے غصیلے انداز میں کہا۔

اسی وقت دو تین خواتین ان کے پاس پہنچ گئیں۔ دراصل وہ دونوں سب کی نگاہوں کا مرکز بن گئے تھے اور لوگ ان میں دلچسپی لے رہے تھے۔ ایک شوخ سی خاتون نے کہا۔

''ہیلو! آپ لوگ یہاں سب سے الگ تھلگ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟''

''آپ کو کیا تکلیف ہے؟'' سلیمان نے منہ ٹیڑھا کر کے پوچھا۔

''آپ کو مردوں کے درمیان جانا چاہئے۔ ان خاتون کو ہمارے حوالے کر دیجئے۔''

''ارے واہ! آپ کے حوالے کر دوں کیوں کر دوں؟ کوئی زبردستی ہے آپ کی؟'' سلیمان دانت کچکچا کر بولا۔

''ٹھیک ہے بیٹھئے آپ بھی۔ ہم آپ سے بھی تعارف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

''کوئی زبردستی ہے؟''

''نہیں جناب' یہ تو ہوتا ہی ہے۔ چھوڑیئے' ہم آپ سے مخاطب نہیں ہیں۔ آپ تو کافی چڑچڑے معلوم ہوتے ہیں۔ اس بے چاری کی زندگی کیسی گزرتی ہوگی آپ کے ساتھ؟'' دوسری خاتون نے ہمدردی سے کہا اور پھر وہ سب کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔

''آپ کو کیا مطلب؟ کیسی بھی گزرتی ہو؟'' سلیمان غرا کر بولا۔

''آپ بتائیے لیڈی' کیا نام ہے آپ کا؟''

''مم..... میرا؟'' گل رخ نے کہا۔

''جی..... جی۔''

''گل رخ۔''

''واقعی آپ گل رخ ہی لگ رہی ہیں۔ خاص طور سے اس وقت۔'' ایک خاتون نے شوخ لہجے میں کہا۔

''جی شکریہ۔'' گل رخ شرما کر بولی۔

''ویسے مسٹر سلیمان آپ کے مشاغل کیا ہیں؟''

''کچھ بھی ہوں آپ سے مطلب؟''

''افوہ! آپ تو بہت ہی نک چڑھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ بے چاری کی زندگی عذاب ہوگئی ہوگی۔ آپ جیسے کے ساتھ۔'' ایک خاتون نے گل رخ کی طرف دیکھ کر کہا۔

گل رخ کی کچھ ہمت بندھی۔ اس نے سلیمان کو دیکھا اور بولی۔ ''اب بھول گئے سب ایٹی کیٹ..... ویٹی کیٹ..... میرا تو ہاتھ ملوادیا تھا اب بات کرو ان لوگوں سے۔''

''تو خاموش بیٹھ۔'' سلیمان غرا کر بولا۔ ''میں غیر محرم خواتین سے بات نہیں کرتا۔''

''واہ' کیوں خاموش بیٹھوں' یہ سب بھی تو تتلیوں کی طرح چہکتی پھر رہی ہیں' مجھ پر ہی پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ اب لائے ہو پارٹی میں تو پھر ایٹی کیٹ کرو ایٹی کیٹ۔''

''یقیناً خواتین کو مردوں کی غلامی سے آزاد ہو جانا چاہئے۔ آپ واقعی ایک بہت چڑچڑے شخص کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ ہمیں افسوس ہو رہا ہے اس وقت۔'' دوسری خاتون نے کہا اور گل رخ کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ پھر اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بس جی تقدیر پھوٹ گئی۔ قسمت میں یہی لکھا تھا۔''

''کیا لکھا تھا؟'' سلیمان آنکھیں نکال کر بولا۔

''تیرا ساتھ اور کیا۔'' گل رخ رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''تو چلی جا' روکا کس نے ہے؟ مجھے بھی تو بس پھنسا ہی دیا گیا تھا۔ ورنہ میں تجھ جیسی سے شادی کرتا۔''

''ارے منہ دھو رکھو۔ میں تو پھنس ہی گئی تیرے چکر میں اور اس میں بھی میرا قصور نہیں تھا۔ میٹرک پاس ہوں۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے تو کتنا پڑھا لکھا ہے؟''

''میٹرک پاس کر کے تو تُو افسری کر رہی ہے نا؟''

''تو تُو کون سا افسر ہے؟ روٹیاں پکاتا ہے جی یہ۔ ہانڈی پکاتا ہے اور ساری زندگی اسی کام میں گزر گئی' مگر آج تک نمک کا صحیح وزن تک نہیں آیا۔'' گل رخ نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

''اور تو تو عورت ہو کر ہانڈی میں صحیح طریقے سے پانی بھی نہیں ڈال سکتی۔ اس دن گوشت گلایا تھا' جلا کر رکھ دیا پورا۔''

''تیری صورت کی طرح جل گیا تھا گوشت۔ میں نے کب پانی ڈالا تھا؟ تو ہی تو پانی ڈال کر باہر نکل آیا تھا اور کرنے لگا تھا صاحب کی طرح ایکٹنگ۔''

''میں کہتا ہوں تو بکواس بند کرے گی یا نہیں۔''

''اور اس دن کدو کی بھجیا پکائی تھی تو نے۔ وہ کدو کی بھجیا تھی؟''

''خاموش بیٹھتی ہے یا نہیں؟'' سلیمان اٹھ کھڑا ہوا اور خواتین جلدی جلدی اپنی کرسیاں گھسیٹ کر پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ وہ متحیرانہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں اور پھر بے اختیار ان کے حلق سے قہقہے آزاد ہونے لگے۔ وہ بے تحاشا ہنس رہی تھیں۔ فیاض نے عمران کی طرف دیکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''اللہ کی قسم تم نے آج کی محفل کا کباڑا کر دیا۔ اب دیکھو ادھر جا کر کیا ہو گیا؟''

''کچھ نہیں' میاں بیوی کے معاملات میں کسی کو دخل نہیں دینا چاہئے۔ بیٹھ جاؤ۔''

''پتا نہیں کیا چکر چلا ہے اس طرف۔ اب کیا کہوں ان لوگوں سے؟''

''میرا قصور نہیں ہے' میری فیملی میں یہی دو پیس دریافت ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ کسے لاتا؟'' عمران نے بے بسی کے انداز میں کہا۔

دوسری طرف سلیمان اور گل رخ میں غالباً لمبی چل گئی تھی اور گل رخ ناراض ہو گئی تھی۔ وہ تیزی سے کار کی جانب بڑھی لیکن اونچی ہیل کے جوتوں نے اسے بڑھنے نہ دیا اور وہ بری طرح نیچے گری۔ سلیمان نے اسے اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ گل رخ نے ایک دو بار اٹھنے کی کوشش کی اور جب یہ جوتے پہن کر کھڑا نہ ہوا گیا تو اس نے دونوں جوتے اتار کر ہاتھ میں لے لئے اور پاؤں پٹختی ہوئی کار کی جانب بڑھ گئی۔

عمران آسمان کی طرف دیکھ کر منہ چلا رہا تھا۔ اور فیاض بے بسی کی نگاہوں سے وہاں موجود تمام لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ جن میں سے کچھ ہنس رہے تھے' کچھ مسکرا رہے تھے اور کچھ تعجب خیز نگاہوں سے فیاض کی طرف دیکھ رہے تھے۔

❀❀❀

صفدر نے عالم پور میں پورا ایک ہفتہ گزارا تھا۔ وہ بذریعہ کار ہی آیا تھا پھر اس نے یہاں آنے کے بعد کار ایک گیراج کے حوالے کر دی۔ اسے کچھ کام بتا دیے تھے۔ اس کے بعد وہ کار لینے واپس نہیں گیا تھا۔ اسے عالم پور میں ایک ذمہ داری سونپی گئی تھی اور اس طرح کی ذمہ داریاں ایکس ٹو صفدر کے ہی حوالے کر سکتا تھا۔ اسے ہدایت کی گئی تھی کہ عالم پور میں متعین پوائنٹس کا جائزہ لے جہاں منشیات کی ترسیل اعلیٰ پیمانے پر ہوتی ہے۔ ان دنوں ملک بھر میں منشیات کے خلاف زبردست مہم چلی ہوئی تھی۔ خاص طور سے ہیروئن کے کاروبار کو ختم کرنے کے لئے ایک منصوبہ بنایا گیا تھا' جس میں کئی باہر کے ممالک بھی دلچسپی لے رہے تھے اور اس کام کے لئے انتظامیہ کے بہت سے محکموں کو ذمے داریاں سونپ دی گئی تھیں۔

سیکرٹ سروس بھی اس سلسلے میں متحرک ہو گئی تھی اور ایکسٹو کی طرف سے سیکرٹ سروس کے ارکان کو مختلف ہدایات ملی تھیں۔ صفدر کی ڈیوٹی عالم پور میں لگائی گئی تھی اور صفدر یہاں پر بڑی محنت سے کام کر رہا تھا۔ اس دوران اسے بارہا خطرناک لمحات سے گزرنا پڑا تھا۔ ایک ہیروئن پینے والے کی حیثیت سے وہ ان اڈوں کے گرد مجہول سے انداز میں پڑا رہتا تھا۔ اور اکثر اسے ایسے

WAQAR AZEEM PAKISTANIPOINT.COM

واقعات پیش آئے تھے کہ ہیروئن بالکل اس کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اس سے بچنا بھی ایک مشکل کام ہی ہوتا ہے اور صفدر ہی جانتا تھا کہ اس کے لئے اسے کتنی محنت کرنی پڑی تھی۔ یہاں رہ کر اس نے ان تمام پوائنٹس پر نظر رکھی تھی اور کئی چہرے اس کی نگاہوں سے گزرے جنہیں وہ جانتا بھی تھا اور یہ لوگ باقاعدہ ہیروئن کے کاروبار میں ملوث پائے گئے تھے۔ مقامی انتظامیہ کا جائزہ لینے کے بعد صفدر کو یہ اندازہ ہوا کہ انتظامیہ اپنے طور پر مستعد ہے لیکن اسے کہیں سے روکا جاتا ہے اور صفدر جانتا تھا کہ صرف ان پوائنٹس پر آنے جانے والوں یا اس کاروبار میں ملوث افراد کی نگرانی یا ان کے بارے میں معلومات مقصود نہیں ہے بلکہ ان کے پیچھے چھپی ہوئی بہت بڑی چمگادڑ تلاش کرنا ہے جو ان سب کی پشت پناہی کرتی ہے۔"

بالآخر سات دن کی کوششوں کے بعد ایک نام صفدر کے کانوں تک پہنچ چکا تھا اور یہ نام تھا نواب پوپٹ۔

نواب پوپٹ، عالم پور کے تمام نواحی علاقوں میں اپنی زمینیں رکھتا تھا اور ان زمینوں سے اسے معقول آمدنی ہوتی تھی۔ اس طرح یہ زمیندار اپنی جگہ ایک مضبوط حیثیت کا مالک تھا اور عالم پور میں اس کی ایک طرح سے سربراہی قائم تھی۔ انتظامیہ کے تمام بڑے بڑے ارکان اس کے شناسا اور ملاقاتی تھے اور کہیں بھی کوئی مسئلہ ہو جاتا تو نواب پوپٹ کا نام سامنے آتے ہی اس مسئلے کو ختم کر دیا جاتا تھا۔

نواب پوپٹ سے تو صفدر کی ملاقات نہیں ہو سکی، نہ ہی وہ نواب پوپٹ کو دیکھ سکا لیکن یہ ضرور اندازہ ہو گیا کہ تمام راستے اسی کی طرف جاتے ہیں اور اس سلسلے میں صفدر کو کچھ ایسے شواہد بھی مل گئے تھے جو ایکسٹو کے لئے بہت کارآمد تھے۔ یعنی یہ کہ وہ لوگ جو منشیات کی تجارت کرتے تھے کسی نہ کسی طور نواب پوپٹ تک ضرور پہنچتے تھے۔ چھوٹے موٹے کاروبار تو الگ حیثیت رکھتے تھے کیونکہ صفدر نے اپنے طور پر بخوبی جائزہ لیا تھا کہ یہاں پر منشیات کے حصول میں کوئی دقت نہیں ہوتی اور بعض اوقات تو یہ برسرِ عام فروخت کی جاتی ہیں لیکن وہ لوگ جو اس سلسلے میں ذرا بڑی حیثیت رکھتے ہیں ان کا تعلق کہیں نہ کہیں نواب پوپٹ سے ضرور نظر آتا تھا۔

ایکسٹو نے اس سلسلے میں صفدر کو جس قدر ہدایات دی تھیں ان میں یہ ہدایات بھی شامل تھی کہ صرف معلومات کرنی ہیں اور کوئی عملی قدم نہیں اٹھانا ہے۔ خواہ نوعیت کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے اور صفدر کو انہی ہدایات کے مطابق عمل کرنا پڑا تھا۔

اب وہ یہ معلوم کر چکا تھا کہ منشیات کے یہ اڈے کس انداز میں کام کرتے ہیں اور منشیات یہاں سے پورے ملک میں کس طرح سپلائی ہوتی ہے چونکہ اسے باقاعدہ یہ ہدایت نہیں تھی کہ وہ اس کاروبار میں کسی قسم کی مداخلت کرے چنانچہ نواب پوپٹ کے سلسلے میں اس نے خاص طور سے بھاگ دوڑ نہیں کی تھی اور اس تمام کارروائی کے بعد اس نے محسوس کیا تھا کہ جو ذمے داری اسے سونپی گئی ہے اس کی تکمیل ہو گئی ہے۔

چھ ایسے نام اس کے ذہن میں محفوظ تھے، جن کا تعلق دارالحکومت سے تھا اور یہاں آ کر وہ پراسرار سرگرمیوں میں ملوث دیکھے گئے تھے۔ صفدر کا خیال تھا کہ بس اسی قدر معلومات حاصل کر لینا کافی ہے۔ نواب پوپٹ کا نام سامنے آنے کے بعد اب اس کے لئے یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ ایکسٹو کی ہدایات بھی یہی تھیں کہ وہ کسی معاملے میں براہ راست مداخلت نہ کرے اور نہ ہی اس دوران اس سے رابطہ قائم کیا جائے۔

صفدر نے اپنی یہ تمام ذمے داری پوری کرنے کے بعد بالآخر وہاں سے واپسی کا فیصلہ کر لیا اور اس کے لئے اسے اپنا حلیہ پھر سے تبدیل کرنا پڑا تھا۔

یہ سات دن جس عالم میں گزارے گئے تھے بس اس کا دل ہی جانتا تھا۔ سات دن کے بعد اس نے ایک ہوٹل میں پہنچنے کے بعد غسل وغیرہ کیا اور اپنے آپ کو بنا سنوار کر تیار کر لیا۔ شیبو اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اپنی

شکل پہچاننا ہی مشکل ہو گئی تھی۔ ایک ہیروئن کے عادی شخص کی حیثیت سے لباس بھی اسی قسم کے استعمال کرنے پڑے تھے، جو اس کے بدن کو کاٹتے تھے لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس قسم کی ذمے داریاں پوری کرنے کے لئے ایسے بھیس تو بدلنے ہی پڑتے ہیں، پھر اس کے بعد کار کا مرحلہ طے ہوا۔ وہ گیراج پہنچ گیا۔ گیراج کے مالک نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جناب عالی! میں تو یہ سمجھا کہ آپ کو کوئی حادثہ پیش آ چکا ہے اور اب اس سلسلے میں، میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پولیس کو اطلاع دینی چاہئے۔"

"نہیں بھائی میں ٹھیک ہوں، بس ذرا بیمار ہو گیا تھا۔" صفدر نے نرمی سے کہا اور پھر اسے کار کی مرمت کا بل ادا کرنا پڑا جبکہ وہ جانتا تھا کہ جو بل وہ ادا کر رہا ہے اس میں اصلیت ایک پیسے کی بھی نہیں، تاہم کار محفوظ جگہ رہی تھی۔

بل ادا کرنے کے بعد وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا گیراج سے نکل آیا اور پھر اس نے دارالحکومت کا رخ کیا تھا۔ ان سات دنوں کی کارکردگی نے اسے خاصا تھکا دیا تھا۔ ہیروئن کے عادی شخص کی حیثیت سے اسے ایسی ہی جگہوں پر راتیں بسر کرنی پڑی تھیں جہاں کھردری زمین اور کھلے آسمان کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ کہاں کی نیندیں اور کہاں کا آرام؟ وہ سات دن تک بے سکون رہا تھا اور اب اس نے فیصلہ کیا تھا کہ دارالحکومت پہنچنے کے بعد سب سے پہلے کم از کم آٹھ دس گھنٹے کی نیند لے گا اور اس کے بعد ایکسٹو سے رابطہ قائم کرے گا۔ ظاہر ہے کوئی ایسی ایمرجنسی نہیں تھی جس کے بارے میں فوراً ہی ایکسٹو کو اطلاع دینا ضروری ہوتا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے ذہن میں نرم گرم بستر اور اپنی رہائش گاہ کا منظر گھوم رہا تھا۔

عالم پور سے دارالحکومت تک کا فاصلہ کافی تھا۔ صفدر چوڑی اور چکنی سڑک پر کار بھی بڑی بے جگری سے دوڑا رہا تھا۔ اس سڑک پر آمد و رفت نہ ہونے کے برابر رہتی تھی۔ حالانکہ بڑی کشادہ اور عمدہ سڑک بنائی گئی تھی۔ بہت سے علاقے تو ایسے تھے جہاں سڑک کے کنارے لمبے لمبے درخت لگے ہوئے تھے جن کے سرے آپس میں مل جاتے تھے اور ان کے نیچے اتنی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں ہوتی تھی کہ گزرنے والے کا دل چاہتا تھا کہ یہاں کچھ دیر آرام کرے۔

صفدر کو یہ جگہ بہت پسند تھی۔ اور ایسی جگہوں سے گزرتے ہوئے وہ کار کی رفتار بہت کم کر دیا کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ایک ایسے ہی حصے سے گزر رہا تھا اور کار کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے ذہن کو سلائے دے رہے تھے۔ چنانچہ صفدر اپنے آپ کو چاق و چوبند رکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ کار سڑک کے کنارے روکنے کے بعد یہاں تھوڑی دیر آرام کرے لیکن یہ ایک احمقانہ خیال تھا۔ ظاہر ہے اس کے بعد بھی سفر تو کرنا ہی تھا۔

وہ بے خودی کے سے عالم میں کار ڈرائیو کر رہا تھا کہ دفعتاً بھونچال سا آ گیا۔ کار کی چھت پر ایک زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی تھی اور صفدر کا پاؤں بے اختیار بریک پر جا پڑا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی درخت ٹوٹ کر کار کی چھت پر گر پڑا ہو۔ صفدر نے فوراً ہی گیئر نیوٹرل کیا اور انجن بند کر کے دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس نے متحیرانہ نگاہوں سے چھت کو دیکھا۔ چھت میں ایک اچھا خاصا گڑھا سا پڑ گیا تھا لیکن نہ تو کوئی درخت ٹوٹا تھا، نہ کوئی ایسی چیز آس پاس گری ہوئی نظر آ رہی تھی جس کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا کہ چھت پر گرنے کے بعد وہ کہیں ادھر ادھر گر پڑی ہے۔ پھر یہ سب کیا ہے؟

صفدر نے آنکھیں بند کر کے ذہن کو جھٹکا اور اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ دور دور تک سڑک خاموش اور سنسان پڑی تھی۔ دائیں، بائیں آگے، پیچھے کچھ بھی تو نہیں تھا پھر یہ چھت میں گڑھا کیسے پڑ گیا؟

BY WAQAR AZEEM PAKISTANIPOINT.COM

صفدر متحیرانہ نگاہوں سے اس گڑھے کو دیکھتا رہا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کوئی وزنی چیز اگر گری ہے تو گئی کہاں؟ اور وہ وزنی چیز کیا ہو سکتی ہے؟ چھت کا کباڑا ہو گیا تھا اور انتہائی بدنما گڑھا اس میں پڑ گیا تھا' لیکن رنگ نہیں اترا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا' جو چیز بھی گری ہے' وزنی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ نرم بھی تھی لیکن یہ نرم شے آخر کہاں گئی؟ صفدر نے ادھر ادھر دیکھا اور دفعتاً ہی اسے گاڑی کے نیچے کا خیال آیا۔ ممکن ہے گرنے والی شے لڑھک کر گاڑی کے نیچے پہنچ گئی ہو۔

صفدر نے گاڑی کے نیچے جھانکا' لیکن اچانک ہی اسے احساس ہوا جیسے کوئی چیز گاڑی کے نیچے سے سرسراتی ہوئی گزر گئی ہو اور گاڑی کی چھت کی جانب بڑھی ہو۔ چھت پر کچھ سرسراہٹیں بھی سنائی دی تھیں۔ صفدر متحیرانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کی تقدیر کی یاوری تھی کہ وہ پوری طرح کھڑا نہیں ہونے پایا تھا ورنہ وہ دونوں پاؤں اس کے چہرے پر ہی پڑے ہوتے جن میں نوکدار ہیل والے سینڈل موجود تھے۔ صفدر چونکہ پوری طرح کھڑا نہیں ہوا تھا اور دونوں پاؤں اس کے چہرے کا نشانہ نہیں لے پائے تھے اس لے وہ جسم جس کے یہ پاؤں تھے گاڑی کی چھت پر سے پھسلتا ہوا دوسری جانب گرا اور یہ صفدر کا عقب تھا۔

صفدر بجلی کی سی تیزی سے پلٹا لیکن اس کی آنکھوں میں بجلی چمک گئی تھی۔ چونکہ گرنے والی لڑکی دفعتاً اچھلی تھی اور دوسرے لمحے اس نے درختوں کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔ صفدر کے حلق سے بے اختیار سی آواز نکل گئی۔ اس نے پھرتی سے جیب سے پستول نکال کر اس کی طرف رخ کیا اور دہاڑا۔

''خبردار رک جاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔'' لیکن گولی کسے مارتا' وہ چھلاوا تو نگاہوں سے غائب ہو چکا تھا۔ البتہ صفدر کی آنکھوں میں اس کا ہیولا کوندتا رہا تھا۔ وہ ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی جو اونچی ہیل کے جوتے پہننے کے باوجود اس طرح دوڑ رہی تھی جیسے کسی مشینی نظام کے تحت دوڑ رہی ہو' دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ایک درخت کی آڑ میں پہنچ گئی۔

صفدر نے ذرا سا رخ تبدیل کر کے اسے خوفزدہ کرنے کے لئے فائر کر دیا تھا لیکن اس کے بعد کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اس نے لڑکی کا چہرہ نہیں دیکھا تھا کیونکہ دوڑتے ہوئے اس کی پشت صفدر کے سامنے تھی لیکن اس کے دوڑنے کے انداز سے صفدر کو چکر آ گیا تھا۔ اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے؟ یقیناً گاڑی کی چھت پر یہ لڑکی ہی کودی تھی' لیکن شاید ایڑیوں کے بل نہیں' ورنہ جوتوں کی ایڑیاں اتنی نوکدار تھیں کہ گاڑی کی چھت میں گھس بھی سکتی تھیں۔ بشرطیکہ اتنی بلندی سے کودا جائے' لیکن اب کیا کیا جائے؟

صفدر پستول سیدھا کر کے آہستہ آہستہ درخت کی جانب بڑھنے لگا اور پھر دفعتاً ہی اس کے حلق سے دوبارہ آواز نکل گئی کیونکہ ایک درخت کے عقب سے پھر اس لڑکی نے چھلانگ لگائی تھی۔ اس بار صفدر اس کے چہرے کی جھلک بھی دیکھ سکا تھا۔ لیکن فوراً ہی وہ دوسرے درخت کی آڑ میں ہو گئی تھی۔

''اگر تمہاری موت ہی آ گئی ہے تو دوسری بات ہے' ورنہ رک جاؤ۔'' صفدر نے ایک بار پھر فائر کیا لیکن اس بار بھی اس نے کوئی باقاعدہ نشانہ نہیں لیا تھا۔ ظاہر ہے لڑکی کو گولی مارنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

لڑکی نے پھر اپنی جگہ تبدیل کر لی تھی اور اس بار وہ صفدر سے کافی دور ہو گئی تھی۔ اس دوران میں اس نے کوئی جوابی کارروائی کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن صفدر کو البتہ یہ خدشہ ضرور تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس بھی کوئی پستول ہو اور وہ صفدر پر حملہ کرنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ صفدر خود بھی محتاط تھا۔

اس بار لڑکی نے اپنی جگہ تبدیل نہیں کی' صفدر پوزیشن لے کر آگے بڑھتا رہا اس جگہ سے اب وہ فاصلہ کم کرتا جا رہا تھا۔ ویسے اسے انتہائی حیرت ہو رہی تھی' وہ

جو کوئی بھی تھی چھلاوا تھی۔ اس نے جس تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا وہ صفدر کے لئے ناقابل یقین تھا۔ وہ کون ہے اور کیا ہے؟ یہ تو بعد میں سوچنے کی باتیں تھیں پہلے اس پر قابو پانا تو ممکن ہو۔ صفدر آگے بڑھتا رہا۔ اسے اس درخت کے عقب سے ایک رنگین کپڑے کی جھلک نظر آ رہی تھی۔ یقینی طور پر لڑکی اس درخت کے پیچھے پوشیدہ تھی اور اب صفدر سوچ رہا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے اسے لڑکی کے عقب سے اس تک پہنچنا چاہئے۔ سامنے سے پہنچنے کی کوشش خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر دوڑ کر ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا پھر دوسرے درخت کی اور پھر تیسرے درخت کی۔ یہاں تک کہ وہ اس درخت کے قریب پہنچ گیا جہاں لڑکی چھپی ہوئی تھی لیکن جیسے ہی وہ پستول سیدھا کر کے درخت کے عقب میں پہنچا۔ اس کے دیوتا کوچ کر گئے۔ کیونکہ وہاں لڑکی نہیں تھی' البتہ اسی کے جسم کا ایک کپڑا وہاں پر ٹنگا ہوا تھا جو درخت کی ایک شاخ میں اٹکا دیا گیا تھا۔ صفدر کے ذہن نے برق رفتاری سے سوچا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے درختوں کی طرف چھلانگ لگا دی۔ یقینی طور پر اسے دھوکا دینے کی کوشش بے مقصد نہیں ہو گی اور اس کا اندازہ اسے ایک لمحے ہی میں ہو گیا کیونکہ دوسرے ہی لمحے اس کی کار اسٹارٹ ہو کر تیز رفتاری سے آگے بڑھ چکی تھی۔

''پکڑنا۔'' صفدر کے حلق سے ایک بے اختیار چیخ نکلی لیکن پکڑنے والا کون تھا' البتہ وہ خود بھاگتا ہوا سڑک تک آ گیا تھا۔ اس کی نگاہیں مضطربانہ انداز میں اپنی کار کا جائزہ لے رہی تھیں جو بہت دور نکل گئی تھی۔

ابھی صفدر کچھ سوچنے بھی نہیں پایا تھا کہ اسے عقب سے موٹر سائیکل کی آواز سنائی دی اور وہ اچھل پڑا۔ موٹر سائیکل تیز رفتاری سے اسی جانب آ رہی تھی۔ اس پر ایک شخص سوار تھا۔ صفدر دونوں ہاتھ سیدھے کر کے سڑک کے بیچوں بیچ کھڑا ہو گیا۔ موٹر سائیکل پر آنے والا ایک درمیانی عمر کا شخص تھا۔ اس نے دیہاتی قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ لیکن موٹر سائیکل بالکل نئی تھی۔ صفدر نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا اب اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے کہ موٹر سائیکل حاصل کر لے۔ موٹر سائیکل والا اس کے قریب آ کر رکا۔ اس کے منہ سے آواز نکلی۔ . . .

''کیا بات ہے بھا؟'' لیکن بھا کے ساتھ ہی وہ موٹر سائیکل سے نیچے گر پڑا۔ صفدر کا گھونسا اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ البتہ صفدر نے موٹر سائیکل نہیں گرنے دی تھی۔ چنانچہ اس نے جلدی سے موٹر سائیکل سنبھال لی اور ہوا ہو گیا۔

موٹر سائیکل سے گرنے والا اپنی جگہ سے اٹھ کر کئی قدم اس کے پیچھے بھاگا لیکن صفدر اب اخلاقی طور پر بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے سکتا تھا۔ اسے ہر قیمت پر اپنی گاڑی تک پہنچنا تھا۔ کیونکہ گاڑی میں کچھ ایسے کاغذات بھی رکھے ہوئے تھے جو عالم پور میں اس کی رپورٹ کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ موٹر سائیکل کی رفتار طوفانی ہو گئی۔ نئی موٹر سائیکل دوڑنے میں کمال دکھا رہی تھی۔ صفدر اس کی رفتار بڑھاتا رہا اور پھر کافی دور پہنچنے کے بعد اس نے اپنی کار دیکھ لی لیکن فاصلہ اب بھی بہت زیادہ تھا اور دارالحکومت اب زیادہ دور نہیں تھا۔

کچھ اور فاصلہ کم ہوا تو وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ کار میں سے شاید صفدر کو تعاقب کرتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا یا پھر اسے پہنچنا ہی وہاں تک تھا۔ اس شہری علاقے میں داخل ہو کر سب سے پہلے ہوٹل سی مون پڑتا تھا۔ جو بائیں سمت ایک ذیلی سڑک طے کرنے کے بعد آتا تھا۔ دفعتاً صفدر کو موٹر سائیکل کی رفتار سست کرنا پڑی کیونکہ کار سی مون کی جانب چل پڑی تھی۔ صفدر نے موٹر سائیکل کو ذیلی سڑک پر ڈال دیا اور اس سے پہلے کہ وہ کار تک پہنچتا کار سی مون کے بڑے سے کھلے ہوئے گیٹ کے اندر داخل ہو کر پارکنگ میں رک گئی۔

صفدر کو کار تک پہنچنے میں زیادہ مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ اس نے موٹر سائیکل کار سے لگا کر روک دی اور ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ اس نے لڑکی کو سی مون میں

PAKISTANIPOINT.COM

داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے ایک بار پلٹ کر صفدر کو دیکھا اور پھر غڑاپ سے اندر پہنچ گئی۔ صفدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ پھر اس نے موٹر سائیکل اسٹینڈ کردی اور نیچے اتر کر کار میں جھانکا۔ اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی اور وہ بریف کیس پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا تھا جس میں اس کے کاغذات موجود تھے۔ اندازہ ہوتا تھا کہ بریف کیس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا تھا۔ صفدر نے صرف اتنا کیا کہ اگنیشن سے چابی نکال کر کار کو لاک کیا اور چابی اپنی جیب میں ڈال لی اور پھر وہ برق رفتاری سے سی مون میں داخل ہوگیا۔

سی مون اس وقت بالکل بے رونق تھا۔ بس اس کے لاؤنج میں کچھ لوگ بیٹھے خوش گپیاں کررہے تھے۔ کہیں کافی وغیرہ پی جارہی تھی لیکن اندر پہنچ کر صفدر نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن اسے وہ لڑکی نظر نہیں آئی۔ ہوسکتا ہے وہ لفٹ کے ذریعے اوپری منزل پر پہنچ چکی ہو۔ صفدر چند لمحات کھڑا دزدیدہ نظروں سے اردگرد دیکھتا رہا۔ اب یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ لڑکی کہاں گئی؟ چند لمحات سوچنے کے بعد وہ بالآخر ایک میز پر جا بیٹھا اور ایک ویٹر کو چٹکی بجا کر اشارہ دیا۔ ویٹر قریب پہنچا تو صفدر نے اسے کافی لانے کے لئے کہا اور پھر فوراً ہی بولا۔

”سنو! ابھی ایک لڑکی یہاں داخل ہوئی تھی، سبز رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھی اور غالباً اس میں کچھ سیاہ رنگ بھی شامل تھا۔“

”جی.....“ ویٹر نہ سمجھنے والے انداز میں گردن ہلانے لگا اور صفدر اوباش سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

”اگر بتاسکتے ہو تو اس کے بارے میں بتاؤ اور یہ کماؤ۔“ اس نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کی طرف بڑھایا۔ ویٹر نے سنجیدگی سے کہا۔

”معاف کیجئے گا صاحب۔ میں نے نہیں دیکھا۔“

”ہوں چلو خیر کوئی بات نہیں، یہ لو یہ تو تمہارے ہی ہوگئے۔“ اس نے دو نوٹ ویٹر کے ہاتھ میں تھما دیے اور وہ سلام کرکے آگے بڑھ گیا۔

اس طرح لڑکی کے بارے میں معلوم کرنا مشکل ہی تھا چنانچہ صفدر خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ اس صورت حال پر غور کررہا تھا۔ کمبخت لڑکی تھی یا چھلاوا، بہت پھرتیلی تھی اور ظاہر ہے کہ وہ معمولی حیثیت کی حامل نہ ہوگی لیکن وہ صفدر کی کار کی چھت پر کہاں سے آپڑی تھی، کیا کسی درخت پر لٹکی ہوئی تھی؟ ناقابل یقین سی بات تھی۔ ایک ویران علاقے میں درخت پر بیٹھی ہوئی یا لٹکی ہوئی لڑکی جس نے اس کی کار پر چھلانگ لگائی تھی اور اس کے بعد کار کے نیچے گھس گئی تھی اور پھر وہاں سے نکل بھاگی تھی پھر ڈاج دے کر صفدر کی کار ایسے لے بھاگی تھی۔ دلچسپ بات تھی اور خصوصیت اس میں یہ تھی کہ وہ صفدر سے ہی ٹکرائی تھی۔ صفدر نے اس کے چہرے کی ایک جھلک ضرور دیکھی تھی لیکن مکمل خدوخال اس کی نگاہوں میں نہیں آسکے تھے۔

کافی پینے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی۔ بل کی رقم پلیٹ میں رکھی اور پھر وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تھکن چند لمحات کے لئے رفو چکر ہوگئی تھی۔ باہر نکل کر وہ اپنی کار میں بیٹھا، احتیاطاً اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں، پھر کار اسٹارٹ کرنے سے پہلے اس نے عقبی سیٹ سے بریف کیس اٹھایا اور اسے اسٹیئرنگ پر رکھ کر کھولنے لگا۔ بریف کیس میں رکھے ہوئے کاغذات کو دیکھ کر اس نے گہری سانس لی اور اسے بند کرکے واپس عقبی سیٹ پر ڈال دیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار سی مون سے واپس نکل رہی تھی، اور اب یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے اسے اس بے چارے موٹر سائیکل سوار پر رحم آرہا تھا۔ جو نجانے کیسی کیسی مصیبتوں کا شکار ہوا ہوگا لیکن یہ سب کچھ ضروری بھی تھا۔ پتا نہیں لڑکی کار کو سی مون تک ہی لانا چاہتی تھی یا اس کا کوئی اور بھی مقصد تھا۔ صفدر یہ بات سمجھ نہیں سکا تھا۔ ہوسکتا ہے وہ صفدر کو تعاقب کرتا دیکھ کر بدحواس ہوگئی ہو ورنہ اسے کہیں اور ہی جانا ہو، یہ اندازہ

کرنے کے بعد اب وہ پیچھے آرہا ہے۔ اپنے ٹھکانے پر پہنچنا تو ایک غیر یقینی سی بات تھی۔ ہوسکتا ہے اس نے بس صفدر کے تعاقب سے پیچھا چھڑانے کے لئے سی مون کی جانب رخ کیا ہو۔

صفدر تھوڑی دیر بعد اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا تھا۔ کار کی چھت برباد ہوچکی تھی اور اب اسے گیراج پہنچانا بہت ضروری ہوگیا تھا۔

❀❀❀

کیپٹن فیاض نروس ہوگیا تھا۔ لوگوں نے اس سے بڑے دلچسپ سوالات کئے تھے اور فیاض کو ساری حقیقت ان کی سامنے اگلنا پڑی تھی۔ اس نے بتادیا تھا کہ عمران بہت خوش مزاج آدمی ہے اور چونکہ اس سے یہ کہہ دیا گیا تھا کہ وہ اپنی فیملی کو ساتھ لے آئے چنانچہ وہ اپنے شادی شدہ نوکر کو فیملی بنا کر لے آیا تھا۔ چونکہ فیاض نے صرف ان لوگوں کو مدعو کیا تھا جن سے یہ خطرہ نہیں تھا کہ وہ عمران کو پہچان لیں گے اور اس سلسلے میں فیاض پر کوئی شبہہ کیا جائے گا لیکن جو کچھ عمران نے کیا تھا وہ بھی فیاض کے لئے اس وقت متوقع نہیں تھا۔

خدا خدا کرکے یہ محفل ختم ہوئی تھی۔ گل رخ اور سلیمان میں اچھی خاصی ٹھن گئی تھی لیکن ان کی لڑائی ایسی تھی کہ لوگ بے تحاشا قہقہے لگا رہے تھے۔

جب عمران رخصت ہوا تو فیاض نے کہا۔

”تم نے میری توقع کے مطابق میری عزت اتارنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی مجھے اس کا افسوس ہے۔“

”کمال ہے خود ہی تو فرمائش کرتے ہو اور پھر اگر کوئی فرمائش پوری کردے تو الٹا بگڑنے لگتے ہو۔ چھوڑو! آئندہ تمہاری کسی محفل میں شریک ہونے والے پر لعنت.....“

فیاض نے بڑے صبر سے کام لیا تھا۔ کیونکہ عمران سے اسے جو فائدہ حاصل ہوا تھا وہ بہت بڑا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اس وقت یہ حماقت برداشت کرڈالی تھی۔

دوسرے دن وہ معمول کے مطابق تھا۔ اس نے طے کرلیا تھا کہ عمران سے اس سلسلے میں برہمی کا اظہار نہیں کرے گا۔ اول تو کوئی فائدہ نہیں تھا۔ دوسرے ہوسکتا ہے کوئی دوسری ضرورت آپڑے۔ اس سے بنائے رکھنا ہی بہتر ہے۔

اور ضرورت آنی ہی تھی لیکن جس انداز میں آئی، وہ فیاض کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھی۔ محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل صاحب کا آفس ہی میں بلاوا آگیا تھا۔ ان دنوں فیاض کی اہمیت کافی بڑھ گئی تھی۔ رحمٰن صاحب بھی ستم ظریف ہی تھے۔ فیاض کی بارہا ناکامیوں کے باوجود انہوں نے آج تک صرف فیاض کو ہی برا بھلا کہا تھا پتا نہیں انہیں یہ بات معلوم تھی یا نہیں کہ ہر وہ کارنامہ جو فیاض سے سرزد ہوجاتا ہے فیاض کی کاوشوں کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے پس پردہ عمران ہوتا ہے۔ کئی بار یہ بات منظر عام پر بھی آئی تھی لیکن رحمٰن صاحب نے اسے اہمیت نہیں دی تھی۔

فیاض مودبانہ انداز میں اپنی وردی وغیرہ درست کرکے رحمٰن صاحب کے دفتر میں داخل ہوا اور اس کی ایڑیاں بج اٹھیں۔

رحمٰن صاحب ایک فائل پر جھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے فیاض کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فیاض مودبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ چند لمحات کے بعد رحمان صاحب نے فائل بند کرکے اس کی جانب سرکادی۔ فیاض نے احترام سے فائل اپنے ہاتھ میں لے لی تھا۔ رحمٰن صاحب چند لمحے پرخیال انداز میں رخسار کھجاتے رہے پھر انہوں نے کہا۔

”منشیات کے سلسلے میں تمہیں یقیناً یہ بات معلوم ہوگی کہ بڑے پیمانے پر اس کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا گیا ہے اور اب اس سلسلے میں تمام متعلقہ محکمے حرکت میں آگئے ہیں۔ محکمہ سراغرسانی بھی ان تمام محکموں کی براہ راست مدد کررہا ہے اور اس سلسلے میں انٹرپول سے بھی رابطہ قائم ہے۔ انٹرپول کے کئی نمائندے اس

PAKISTANIPOINT.COM

دوران یہاں آچکے ہیں اور ہمارے ہاں جو کچھ ہوا ہے اس پر ان لوگوں سے کافی ڈسکس ہوئی ہے۔"

"تقریباً تین یا چار روز قبل ایئرپورٹ پر کسٹم والوں نے دو غیر ملکی افراد کو گرفتار کیا ہے جو ہمارے ہاں سے ہیروئن لے کر جا رہے تھے۔ کافی مقدار میں ہیروئن ان کے پاس سے دستیاب ہوئی ہے۔ دونوں کا سابلانکا کے باشندے ہیں۔ انہیں کچھ عرصہ پولیس کی تحویل میں رکھا گیا اور اب محکمہ سراغرسانی کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے اپنی زبان بند رکھی ہے اور ابھی تک کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ کا سابلانکا کے یہ دونوں باشندے انتہائی سخت جان ثابت ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ بین الاقوامی منشیات فروشوں کے گروہ کے رکن ہیں اور اگر تھوڑی سی محنت کی جائے تو ان سے کافی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ میں نے ان کو تمہاری تحویل میں دینے کی ہدایت کر دی ہے اور تھوڑی دیر میں انہیں تمہارے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ تم اس سلسلے میں کوشش کرو اور یہ فائل اپنے پاس رکھ لو۔ محکمہ سراغرسانی کے پاس منشیات فروشوں کے خلاف جو معلومات پہنچ سکی ہیں ان کی تمام تفصیلات ان فائلوں میں درج ہیں۔ یہ ذمے داری تمہارے سپرد کرتا ہوں۔" رحمٰن صاحب نے کہا اور فیاض نے گردن خم کر دی۔

"بہت بہتر جناب! میں یہ کام شروع کئے دیتا ہوں۔ وہ لوگ کب تک میرے پاس پہنچ جائیں گے؟"

"میرا خیال ہے تھوڑی دیر بعد انہیں تمہارے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ انہیں لاک اپ کر دو لیکن احتیاط شرط ہے۔ غیر ملکی باشندے ہیں۔ ان کے پاسپورٹ وغیرہ بھی تمہارے پاس پہنچا دیے جائیں گے۔"

فیاض نے مؤدبانہ انداز میں گردن خم کی اور رحمٰن صاحب نے ایک دوسری فائل اٹھالی۔ گویا فیاض کو جانے کی اجازت تھی۔ فیاض کرسی کھسکا کر کھڑا ہوا۔ فائل بغل میں دبائی اور پھر سلام کر کے باہر نکل آیا۔ ویسے ہمیشہ کی مانند اس کا دل اب بھی کانپنے لگا تھا۔ کوئی بھی اہم کیس اس کے سپرد کیا جاتا تو اس کی کیفیت اس سے مختلف نہیں ہوتی تھی۔

وہ اپنے دفتر پہنچتے ہی فائل کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ الفاظ اس کے سامنے گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اس نے باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ تولئے سے چہرہ صاف کرنے کے بعد باہر نکلا اور پھر فائل پر جھک گیا۔ فائل میں کافی تفصیلات درج تھیں۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ اس کے اردلی نے کسی کے آنے کی اطلاع دی۔ محکمہ آب کاری کے افراد تھے۔ انہوں نے مؤدبانہ انداز میں فیاض کو سلام کیا اور پھر ان دونوں افراد کے بارے میں مکمل رپورٹ پیش کر دی۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"انہیں لاک اپ میں پہنچا دیا گیا ہے اور آپ کے ماتحت ان کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"ہوں' ان کے پاسپورٹ اور کاغذات؟"

"جی یہ موجود ہیں۔" آب کاری والوں نے وہ تمام چیزیں فیاض کے حوالے کر دیں اور فیاض ان کا جائزہ لینے لگا پھر اس نے گردن خم کر کے کہا۔

"اور کچھ....."

"نہیں جناب بس' یہ سب کچھ آپ کی تحویل میں دیا گیا ہے براہ کرم ان کاغذات پر دستخط کر دیجئے۔" فیاض نے کاغذ پڑھا اور دستخط کر کے ان کے حوالے کر دیا۔

آب کاری والے چلے گئے تو فیاض ان پاسپورٹوں کا جائزہ لینے لگا جو تصویریں لگی ہوئی تھیں وہ سیاہ فام باشندوں کی تھیں اور ان کے خدوخال خاصے مضبوط نظر آ رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ خطرناک لوگ ہیں۔ بہر طور سب سے پہلے ان کی مناسب نگرانی کا بندوبست کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ فیاض اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آیا اور اس طرف چل پڑا' جہاں لاک اپ بنے ہوئے تھے۔ اس کے دو ماتحت راہداری میں موجود تھے۔ فیاض نے ان کا سلام لیا اور راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ دونوں ماتحت فیاض کے عقب میں آ رہے تھے۔

راہداری عبور کرنے کے بعد بائیں سمت مڑنا پڑا اور یہاں آخری سرے پر اس لاک اپ کا دروازہ تھا جس کے آہنی سلاخوں دار دروازے کے پیچھے دونوں افریقی باشندے موجود تھے۔ وہ اطمینان سے پاؤں لٹکائے ایک بینچ پر بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے دیوار سے پشت ٹکائی ہوئی تھی۔ فیاض سلاخوں کی دوسری طرف سے ان کا جائزہ لیتا رہا اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے اپنے ماتحتوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

"نگرانی سخت رکھی جائے خصوصی احتیاط کی ضرورت ہے۔"

"جی سر۔" ان دونوں نے مستعدی سے جواب دیا۔

فیاض واپس پلٹ پڑا۔ اس کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ لاک اپ میں جا کر ان لوگوں سے گفتگو کرے۔ دونوں ہی اچھے خاصے تن و توش کے مالک تھے اور چہرے سے ہی خطرناک نظر آ رہے تھے۔ فیاض پر بدحواسی کا دورہ پڑا تھا۔ دفتر میں آنے کے بعد اس نے دو گلاس پانی پیا اور پھر فائل سامنے رکھ کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ اس نے سوچا۔ حکم ملا تھا کہ ان دونوں سے معلومات حاصل کی جائیں اور یہ بھی فرمایا تھا جناب ڈی جی صاحب نے کہ کوششیں کی جا چکی ہیں لیکن وہ بہت سخت جان ہیں۔ فیاض احمق نہیں تھا۔ یہ ہمت تو وہ نہیں کر سکتا تھا کہ اکیلا ہی بھیڑیوں کے اس بھٹ میں گھس جائے۔ بلاشبہ لاک اپ تھا اور وہ محکمہ سراغرسانی کی تحویل میں تھے لیکن اس قسم کا تجربہ اسے اچھا خاصا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ تو ہے کچھ نہ کچھ تو کرنا ضروری ہوگا اور یہ کچھ نہ کچھ کیا ہونا چاہئے؟ بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ اپنے دو تین مضبوط ماتحتوں کو لے کر وہ ان سے باقاعدہ معلومات حاصل کرے گا۔ محکمہ سراغ رسانی کے اس دفتر میں ایک ایسا کمرہ بھی بنا ہوا تھا جو خصوصی طور پر اس قسم کے مجرموں کی زبان کھلوانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور وہاں ایسی چیزیں موجود تھیں جن کے ذریعے اچھے اچھے زبان کھولنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

فیاض نے ایک خاکہ اپنے ذہن میں تیار کیا اور اس کے بعد اپنے ماتحتوں کو ہدایات جاری کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ابھی اس فیصلے پر عملدرآمد نہیں ہو سکا تھا کہ اردلی نے ایک کارڈ اس کے سامنے پیش کیا۔ کارڈ پر بے حد خوبصورت انداز میں لکھا ہوا تھا۔ "نریما سارڈان انٹرپول۔"

"کون ہے یہ؟ کہاں ہے؟"

"باہر موجود ہیں صاحب' آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔"

فیاض ایک دم چونک پڑا۔ اس نے نام پر غور نہیں کیا تھا لیکن اردلی کے الفاظ نے اسے چونکا دیا۔

"بلاؤ.....اندر بلاؤ۔" فیاض نے جواب دیا اور ادھر ادھر دیکھنے کے بعد سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا کالر اور بال درست کر لئے تھے۔ چند لمحے بعد جو لڑکی اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر فیاض کی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔ بلند قد و قامت کی مالک ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کے خدوخال انتہائی دلکش تھے۔ آنکھیں کشادہ اور روشن تھیں۔ اور اس کے ہونٹوں پر ایک انتہائی پراعتماد مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

فیاض بے اختیار اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے گردن خم کر کے لڑکی کو خوش آمدید کہا اور لڑکی نے اپنا ہاتھ اس کی جانب مصافحے کے لئے بڑھا دیا۔

"نریما سارڈان! میرا کارڈ آپ کو مل گیا ہوگا سر؟"

"جی.....جی تشریف رکھئے۔ مجھے کیپٹن فیاض کہتے ہیں۔"

"میں جانتی ہوں سر۔ تھینک یو۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

فیاض کی نگاہیں اس کا چہرہ ٹٹول رہی تھیں اور لڑکی کی تیز چمکدار آنکھیں فیاض کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ تب فیاض نے کہا۔

"آپ کے کارڈ پر انٹرپول تحریر ہے۔"

"جی۔ یہ میرے کاغذات' براہ کرم ملاحظہ فرمالیجئے۔" لڑکی نے ایک فولڈ کیا ہوا کاغذ جو ایک انتہائی خوبصورت

PAKISTANIPOINT.COM

اینولپ میں لگا ہوا تھا فیاض کے سامنے پیش کر دیا اور فیاض کا غذ کھول کر دیکھنے لگا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ کا یہ کہہ دینا ہی کافی تھا۔ کاغذات پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''اصولی طور پر یہ ضروری تھا سر۔ آپ کے اعتماد کا شکریہ۔'' لڑکی نے نرم اور شگفتہ لہجے میں کہا۔

''کیا پئیں گی آپ؟''

''کولڈ۔'' لڑکی نے بے تکلفی سے کہا اور مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ بے حد دلکش تھی۔ فیاض نے گھنٹی بجا دی اور چپراسی سے کولڈ ڈرنک طلب کی۔

''آپ کا تعلق فرانس سے ہے؟''

''جی ہاں۔''

''لیکن آپ کے خدوخال اور رنگ فرانسیسیوں سے بالکل مختلف ہے۔''

''آپ نے میرے نام پر غور نہیں کیا سر۔''

''نام۔''

''نریما سارڈان میں نسلاً پرتگالی ہوں۔ باپ پرتگالی، ماں فرنچ۔''

''اوہ ویری گڈ۔ تبھی آپ کی شخصیت میں دو ثقافتیں یکجا ہوگئی ہیں۔ بہرحال آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''کاسابلانکا کے دو باشندے آپ کی تحویل میں دیے گئے ہیں۔ سنا ہے وہ ہیروئن چھپا کر لے جا رہے تھے۔ ان کے بارے میں کیا تحقیقات کیں آپ نے؟''

''آپ کی معلومات بے حد شاندار ہیں لیکن بس تھوڑی سی کمی رہ گئی ہے اس میں۔'' فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں کی روشنی کچھ بڑھ گئی تھی۔ لڑکی بہت خوبصورت تھی اور انٹرپول کی غیر ملکی نمائندہ تھی۔ اس کی میزبانی کے فرائض بھی سنبھالے جا سکتے تھے اور چند روز بہت خوشگوار گزر سکتے تھے۔ اس احساس نے اسے خوش کر دیا تھا۔ ویسے بھی رحمٰن صاحب نے اسے بتایا تھا کہ اس سلسلے میں اس کا رابطہ انٹرپول سے رہے گا۔

''کیا کمی رہ گئی؟'' لڑکی نے پوچھا۔

''شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں کو صرف چند گھنٹے قبل میرے سپرد کیا گیا ہے۔''

''اوہ! اچھا مجھے واقعی یہ نہیں معلوم تھا لیکن آپ جیسے شارپ آفیسر کے لئے تو چند گھنٹے کافی ہوتے ہیں۔'' لڑکی ہنس کر بولی۔

''پلیز پیجئے۔'' فیاض نے گلاس کی طرف اشارہ کر کے کہا جو اس کا اردلی بڑی نفاست سے دونوں کے سامنے رکھ کر گیا تھا۔

''شکریہ۔'' لڑکی نے گلاس اٹھا کر چھوٹا سا سپ لیا پھر اپنا پرس کھول کر دو تصویریں فیاض کے سامنے ڈال دیں۔ ''یہی دونوں ہیں نا؟''

فیاض تصویروں پر جھک گیا۔ ''بالکل۔'' اس نے تصویریں دیکھ کر کہا۔

''ان میں سے ایک کا نام جان روڈ پیرا ہے اور دوسرا اولڈ مارس۔''

''آپ کی معلومات زیادہ ہیں۔'' فیاض نے اعتراف کے طور پر گردن ہلائی۔ یہ نام وہ ان دونوں کے پاسپورٹوں پر دیکھ چکا تھا۔

''میں انہی پر کام کر رہی ہوں۔ ویسے یہ دونوں کہاں جا رہے تھے؟''

''انہیں بنکاک جانے والی فلائیٹ سے اتارا گیا ہے۔''

''کچھ اور بتایا انہوں نے؟''

''میرے خیال میں نہیں، لیکن اب کوشش کی جائے گی۔''

''میں بھی اس کوشش میں آپ کا ساتھ دینا چاہتی ہوں؟''

''ضرور۔'' فیاض نے فراخدلی سے کہا پھر بولا۔ ''آپ کب پہنچیں؟''

''آپ کے شہر میں؟''

''جی۔''

''کل رات ہی آئی ہوں۔''

''تنہا ہیں؟''

''اوہ! ہاں میں تنہا کام کرنے کی عادی ہوں۔''

''تب تو شاید میرا ساتھ بھی آپ کے لئے قابل قبول نہ ہو؟'' فیاض نے مسکرا کر کہا۔

''آپ کی مہمان ہوں، اگر آپ ساتھ نہ دیں تو دوسری بات ہے۔''

''آپ نے یہ کیسے سوچ لیا؟'' فیاض نے مخلصانہ انداز میں کہا۔ حسب معمول وہ اس پرکشش لڑکی سے متاثر ہو گیا تھا۔ لڑکی کے انداز میں بھی پسندیدگی کے جذبات تھے اور وہ کئی بار گہری نگاہوں سے فیاض کو دیکھ چکی تھی۔

''نہیں۔'' میں نے یہ سوچا تو نہیں لیکن اگر آپ سوچنے پر مجبور کرنا چاہیں تو ظاہر ہے کہ میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ میں آپ کی دوستی حاصل کر لوں۔''

''مس نریما سارڈان! شاید آپ نے ہمارے وطن کی روایتی مہمان نوازی کے بارے میں کچھ سنا نہیں ہے۔ ہم مہمانوں کے لئے زندگی قربان کر دیتے ہیں۔ بہرحال، چھوڑیے ان جذباتی باتوں کو جس سلسلے میں آپ کام کر رہی ہیں وہی میرا بھی راستہ ہے۔ اب آپ یہ بتائیے کہ میں اس سلسلے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

''اگر آپ نے ان دونوں سے معلومات حاصل نہیں کیں تو میری خواہش ہے کہ میری موجودگی میں ایسا کیجئے۔''

''ہاں، ابھی تک میں نے ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی اگر آپ یہ چاہتی ہیں تو آئیے۔''

''کیا آپ نے اپنے ادارے کے دوسرے ارکان کو بھی یہ ذمے داری نہیں سونپی؟''

''کیا ذمے داری؟''

''ان سے معلومات حاصل کرنے کی۔'' لڑکی نے کہا اور فیاض کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''مس نریما میں اپنے کام خود کرنے کا عادی ہوں اور یہی وجہ ہے کہ مجھے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں ایک خاص حیثیت حاصل ہے۔ آپ محکمہ سراغرسانی کے کیپٹن فیاض کے بارے میں اگر معلومات حاصل کرنا چاہیں گی تو آپ کو بہت سی کہانیاں سننے کو ملیں گی جن پر آپ کو شاید یقین نہیں آئے۔''

''یا آپ نے کیسے کہہ دیا کہ مجھے ان کہانیوں پر یقین نہیں آئے گا۔ میں نے بھی اپنی زندگی انٹرپول میں گزاری ہے کیپٹن اور کم از کم انسانوں کا تجزیہ کرنا مجھے آتا ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ جرائم کی دنیا کے لئے ایک خوفناک نام ہوں گے۔'' نریما سارڈان نے کہا اور فیاض عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا پھر بولا۔

''خیر! چھوڑیے اپنی تعریف نہ میں خود کرنا چاہتا ہوں اور نہ آپ سے سننا چاہتا ہوں، پہلے کچھ کام کر لیں۔ ویسے آپ کے ساتھ کافی اچھا وقت گزرے گا۔''

''تو آپ کو کون چھوڑنا چاہے گا۔'' نریما سارڈان نے ایسے انداز میں کہا کہ فیاض کا سینہ کئی انچ پھول گیا۔ اس کے بعد وہ اپنی میز کے عقب سے نکل آیا تھا۔ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے نریما سارڈان نے کہا۔

''میرے علاوہ صرف آپ کو وہاں ہونا چاہئے، باقی لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیجئے۔ مسئلہ ذرا مختلف ہے۔ کچھ سختی کرنا پڑے گی ان کے ساتھ اور میں اس سلسلے میں آپ کے علاوہ کسی اور کو پسند نہیں کروں گی۔''

''آئیے..... آئیے یہ ذمے داری تو آپ ہم پر چھوڑ دیں۔'' فیاض نے اپنے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور نریما سارڈان کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا راہداری سے گزر کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں اس کے دونوں ماتحت جنہیں خصوصی نگرانی کے لئے متعین کیا گیا تھا اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھے۔

WAQAR AZEEM PAKISTANIPOINT.COM

"لاک اپ کی چابی؟" فیاض نے ہاتھ آگے بڑھایا اور ایک ماتحت نے چابی فیاض کے حوالے کردی۔

"تم لوگ جاؤ' تھوڑی دیر آرام کرلو' میں ابھی واپس آتا ہوں۔" فیاض نے بھاری لہجے میں ان سے کہا اور وہ دونوں ایڑیاں بجا کر آگے بڑھ گئے۔

فیاض پراعتماد قدموں سے چلتا ہوا لاک اپ کے سامنے پہنچ گیا۔ دونوں قوی ہیکل افریقی خاموش بیٹھے ہوئے خلا میں گھور رہے تھے۔ ان کے قدموں کی چاپ پر انہوں نے گردنیں موڑ کر دیکھا اور فیاض کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ اب تک تو وہ یہ ہمت نہیں کرسکا تھا کہ لاک اپ میں ان کے پاس جا کر ان دونوں سے پوچھ گچھ کرے' لیکن اس وقت صورت حال ذرا مختلف تھی۔ آن پڑی تھی' چنانچہ اس نے دروازہ کھولا اور پہلے خود اندر داخل ہوا اور پھر نریما سارڈان بھی اس کے ساتھ اندر داخل ہوگئی۔

دونوں افریقی خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھے انہیں دیکھ رہے تھے۔ نریما سارڈان نے لاک اپ کا دروازہ بند کردیا اور پھر کیپٹن فیاض کی طرف رخ کرکے بولی۔

"جی' کیپٹن آپ چاہیں تو ابتدا کردیں۔" کیپٹن فیاض آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ دل کی عجیب کیفیت ہورہی تھی لیکن اس نے یہ کیفیت چہرے سے عیاں نہیں دی تھی۔ وہ دونوں اب بھی اسی انداز میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ تب فیاض نے کہا۔

"دوستو! تم جانتے ہو کہ تمہیں میرے پاس منتقل کیا گیا ہے اور اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان پہنچے لیکن تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہے' اس سے پہلے کہ میں تمہارے ساتھ کوئی سخت سلوک کروں' بہتر ہے کہ تم تفصیلات خود ہی بتادو۔" ان میں سے ایک نے سرد اور بھاری آواز میں کہا۔

"آفیسر! آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"صرف اتنا کہ تم اپنے گروہ کے بارے میں تفصیلات بتادو۔"

"آفیسر یہ بات ہم نے آپ سے پہلے والے آفیسرز کو بھی بتادی تھی کہ ہم اس سلسلے میں کوئی گفتگو کرنا پسند نہیں کریں گے۔ آپ لوگ اگر کوئی سختی کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کرلیں لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ آپ ہمیں ہمارے جرم کی سزا دیں اور بات ختم کردیں۔ گروہ وغیرہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں بتائیں گے۔ کسی قیمت پر بھی نہیں۔"

نریما سارڈان نے اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اپنا پرس اس نے ایک طرف رکھ دیا تھا اور پھر وہ فیاض کے سینے پر ہاتھ رکھ کر پیچھے دھکیلتے ہوئے بولی۔

"کیپٹن ان شریف لوگوں سے مجھے بھی کچھ گفتگو کرنے دیں۔ آپ کی نوازش ہوگی؟"

"اوہ! ضرور ضرور۔" نریما سارڈان ان کی آنکھوں میں دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

"سنو! تم اپنے گروہ کے بارے میں نہیں بتانا چاہتے نا؟"

"ہاں بالکل نہیں۔"

"لیکن کیا تم یہ بتانا بھی پسند نہیں کروگے کہ یہاں سے بنکاک لے جانے کے لئے یہ ہیروئن تم نے کہاں سے خریدی تھی؟" نریما سارڈان کے ذرا مختلف سوال پر دونوں چونک پڑے۔ انہوں نے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا اور چند لمحے ایک دوسرے کی شکل ہی میں گم رہے پھر دونوں نے بیک وقت کہا۔

"یہ بتانا بھی ناممکن ہے۔"

"تو پھر تم اور کیا بتاؤ گے؟" نریما سارڈان بولی۔

"ہم خود بتانا نہیں چاہتے۔ ہاں اگر تم ہمیں عدالت میں پیش کروگے تو ہم یہ اعتراف کرلیں گے کہ ہم ہیروئن لے جارہے تھے اس سے آگے یا اس سے پیچھے ہم کچھ اور بتانا پسند نہیں کریں گے۔"

"اور اگر اس کے لئے تم پر سختی کی جائے تو؟"

"جیسا تم مناسب سمجھو! ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" نریما سارڈان خاموشی سے واپس پلٹی۔ اس نے اپنا پرس کھولا اور ایک کلپ نکال لیا۔ کلپ نکال کر اس نے اپنی انگلیوں میں پہنا اور پھر فیاض کی طرف رخ کرکے بولی۔

"کیپٹن پلیز ذرا آپ تھوڑے سے پیچھے ہٹ جائیں۔"

"اوہ! نہیں مس نریما یہ تو میرا کام ہے۔ میں کچھ لوگوں کو بلائے لیتا ہوں۔ زبان کھلوانے کے بہت سے طریقے ہمارے پاس موجود ہیں۔ میرا خیال ہے انہیں یہاں سے نکال کر اس کمرے میں لے جاتے ہیں جہاں ان کے لئے معقول بندوبست کیا گیا ہے۔" فیاض نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔ بظاہر اس نے اپنے لہجے میں سختی پیدا کی تھی لیکن اس وقت وہ عجیب وغریب صورت حال سے دوچار تھا۔ نریما سرد لہجے میں بولی۔

"کیپٹن پلیز آپ تھوڑا سا پیچھے ہٹ جائیے۔ اس دوران وہ ان میں سے ایک کے قریب پہنچ چکی تھی۔ پھر اس نے ایک سیاہ فام کا گریبان پکڑ کر اسے سیدھا کردیا۔

"میں تم سے تمہارے گروہ کا پتہ نہیں پوچھوں گی' میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم نے یہ ہیروئن کہاں سے خریدی؟"

"تم یہ معلوم کرکے کیا کروگی۔ کیا تمہیں اس بارے میں نہیں معلوم؟" اس شخص نے کہا لیکن دفعتاً ہی نریما کا گھونسہ اس کے پیٹ پر پڑا۔ اس نے اس طرح اپنی سانس روکی تھی جیسے نریما کے اس گھونسے کو برداشت کرجائے گا۔ ویسے بھی طاقتور وتوانا آدمی تھا لیکن فیاض نے اسے دوسرے لمحے پیٹ پکڑ کر پیچھے ہٹتے دیکھا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی تھی۔ نریما نے ایک قدم آگے بڑھ کر اپنے جوتے کی ٹھوکر اس کے پیٹ پر ماری اور جیسے ہی وہ جھکا اس نے پلٹ کر ٹانگ اس کی ٹھوڑی پر رسید کردی۔ سیاہ فام اس طرح دیوار سے ٹکرایا کہ بڑی زوردار آواز پیدا ہوئی۔ فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں۔

اسی اثنا میں دوسرا آدمی بھی کھڑا ہوگیا اور نریما دفعتاً پلٹ پڑی۔ اس نے فوراً ہی لات گھمائی اور اس شخص کے گھٹنے پر دے ماری۔ اس کے حلق سے بھی آواز نکل گئی تھی اور نریما نے دوسرے لمحے ہاتھ میں پکڑا ہوا' کلپ اس کے سینے پر مارا۔ وہ شخص بری طرح گرا اور الٹ گیا تھا۔ فیاض کی آنکھیں اب حیرت سے پھیلتی جارہی تھیں۔

نریما سارڈان بے شک ایک تندرست لڑکی تھی لیکن نسوانیت کی تمام تر رعنائیوں سے بھرپور اور اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ کلپ انگلیوں میں پہننے کے بعد وہ اس قدر زوردار ضربیں لگا سکے گی لیکن وہ اچھلی اور اس نے ان دونوں کے بال پکڑ لئے۔ سخت وگھنگریالے بالوں کو پکڑ کر اس نے انہیں ایک چکر دیا اور اس کے بعد پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔ وہ دونوں خود بھی شدید حیران تھے۔ غالباً انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس نرم نازک لڑکی کے ہاتھوں انہیں اس طرح مار کھانی پڑے گی۔ ان میں سے ایک نے سنبھل کر کہا۔

"دیکھو زندگی تو جانی ہی ہے لیکن ہم تمہیں بھی اپنے ساتھ ہی لے مریں گے۔" جواب میں نریما کے ہاتھ میں پکڑا ہوا کلپ اس کے بازو پر پڑا اور اس کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکل گئی۔ وہ دوسرے ہاتھ سے اپنا بازو پکڑ کر کراہنے لگا۔ نریما نے پلٹ کر دوسرے آدمی کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا تھا اور اس کے بعد اس کا کلپ والا ہاتھ مشینی انداز میں چلنے لگا تھا۔ اس کی ضربیں اس قدر شدید تھیں کہ فیاض کو خود بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ دونوں اب بری طرح بدحواس نظر آرہے تھے۔ نریما سارڈان انہیں مار رہی تھی اور خاموش تھی۔ ان دونوں نے اپنی مدافعت کے لئے نریما سارڈان پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے ان دونوں کے سر ٹکرا دیے۔ اور

جونہی وہ گھومے‘ ان کی پشت پر ریڑھ کی ہڈی پر اور جسم کے دوسرے حصوں پر وہ کلپ سے ضربیں لگانے لگی۔ وہ دونوں ماہی بے آب کی طرح زمین پر گر کر تڑپنے لگے اور نریما سارڈان ان کے اوپر پہنچ گئی۔

”ہیروئن تم نے کہاں سے خریدی جواب دو؟“

”نہیں‘ نہیں بتائیں گے۔“

”نہیں بتاؤ گے۔“ نریما سارڈان نے کہا اور جھک کر ان میں سے ایک کی ٹانگ پکڑ لی‘ پھر اس نے ایک مخصوص داؤ کے تحت ٹانگ کو اپنی ٹانگ میں پھنسایا اور نیچے بیٹھ گئی۔ چٹاخ کی آواز خود بھی فیاض نے سنی تھی اور اس کا دل بھی چٹاخ ہی سے بول پڑا تھا۔ توانا اور تندرست سیاہ فام زمین پر اس طرح تڑپنے لگا جیسے بس اس کے آخری لمحات ہوں۔ نریما سارڈان نے اس کی جانب توجہ نہیں دی اور دوسرے کی جانب متوجہ ہوگئی۔ اب فیاض بالکل ہی حواس باختہ ہوگیا تھا۔ لڑکی کے مارنے کے انداز میں ایک عجیب سی جنونی کیفیت کا احساس اسے ہوگیا تھا۔ اور وہ اس خوف کا شکار ہوگیا تھا کہ کہیں ان میں سے ایک آدھ مر ہی نہ جائے۔ نریما سارڈان نے دوسرے آدمی کی ٹانگ پکڑی اور پھر اسے مروڑنے لگی۔

”ایک منٹ‘ ایک منٹ‘ رکو‘ بتاتا ہوں۔ وہ..... وہ ہیروئن میں نے عالم..... عالم پور سے خریدی تھی۔“ فیاض چونک پڑا۔

”عالم پور میں کس سے خریدی تھی؟“ نریما سارڈان نے سوال کیا۔

”بس اتنا ہی بتا سکتا ہوں‘ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔ چاہے تم میرا کچھ بھی حشر کرو۔“ لیکن نریما سارڈان نے صرف لفظی طور پر ہی اب تک کچھ نہیں کہا تھا جس انداز میں اس نے انہیں مارا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے لئے مشکل نہیں ہے کہ وہ ان دونوں کو قتل کردے۔ فیاض کے ہوش گم ہوئے جارہے تھے۔ اسے زمین گھومتی محسوس ہورہی تھی۔ نریما سارڈان نے اس شخص کو اٹھایا اور اس کے بعد اس کے جبڑوں کے نیچے دونوں انگوٹھے ڈال کر تھوڑا سا اونچا اٹھالیا۔ یہ طاقت کی انتہا تھی۔ وہ شخص بکرے کی طرح ڈکرایا اور نریما سارڈان نے اسے اوندھا چھوڑ دیا پھر اس نے پلٹ کر اس کی پشت پر ایک ضرب لگائی اور دوبارہ اسے گرا کر اس کی ٹانگ پکڑ لی۔ دوسرا آدمی تو بالکل ہی ناکارہ ہوگیا تھا۔ اب اس کی کراہیں بھی مدھم پڑتی جارہی تھیں۔

تب نریما سارڈان نے کہا۔

”جواب دو‘ عالم پور میں یہ ہیروئن تم نے کس سے خریدی تھی؟ مجھے پتا درکار ہے؟“

”نہیں بتاؤں گا۔ نہیں بتاؤں گا۔“ جواب میں نریما نے اس کی ٹانگ چھوڑ کر اس کا ایک بازو پکڑ لیا اور پھر اسے پکڑ کر تھوڑا سا آگے گھسیٹا اور پوری قوت سے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ وہ شخص بھی زمین سے ٹکرایا اور اس کے بازو کی ہڈی شانے کے پاس سے ٹوٹ گئی۔

فیاض میں اب ضبط کی قوت نہیں رہی تھی۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا اور نریما سارڈان کے پاس پہنچ گیا۔

”میرا خیال ہے انہیں کچھ دیر کی مہلت دو‘ ان سے معلومات حاصل ہوجائیں گی۔“

”کیپٹن فیاض براہ کرم پیچھے ہٹ جاؤ۔“ نریما سارڈان کی غراہٹ کیپٹن فیاض کو اس طرح خوفناک محسوس ہوئی کہ وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ تب نریما سارڈان نے آگے بڑھ کر اس شخص کے چہرے پر پاؤں رکھ دیا اور پھر اس طرح سے گھومی کہ اس کے جوتے کی ایک ایڑی اس شخص کی آنکھ میں گھس گئی۔ پچھاک کی آواز کے ساتھ خون کا فوارہ بلند ہوا تھا اور وہ شخص اس بری طرح اٹھ کر دیوار سے ٹکرایا تھا کہ اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ اب فیاض کے لئے انتہائی خوفناک کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ لڑکی کو ہر قیمت پر روکنا تھا۔ چنانچہ وہ برق رفتاری سے آگے بڑھا اور اس نے نریما سارڈان کا بازو پکڑ لیا۔

”پلیز نریما سارڈان‘ یہ سب کچھ میرے لئے بھی خطرناک ہوسکتا ہے۔“ لیکن فیاض یہ نہیں جانتا تھا کہ

اس کے لئے اور کیا کچھ خطرناک ہوسکتا ہے۔ لڑکی گھومی اور اس نے فیاض کی گردن کی پشت پر ایک زوردار ضرب رسید کردی۔ فیاض کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیل گئے اور ضرب نے اس کی کھوپڑی نچادی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنے آپ کو گرنے سے روکنے کی کوشش کرنے لگا لیکن حواس ساتھ چھوڑ گئے اور دوسرے لمحے وہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ نریما سارڈان نے اب بھی پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تھا وہ اسی شخص کی جانب متوجہ تھی‘ جس کا بازو اس نے توڑ دیا تھا۔

”ہاں‘ عالم پور میں تم نے کس سے یہ ہیروئن خریدی تھی؟“

”لوئس..... لوئس ڈیپارلو‘ عالم پور میں اس کا ایک اڈہ ہے جو لوئس ہاؤس کے نام سے مشہور ہے۔“ اس شخص نے بتایا اور نریما سارڈان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے‘ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”بس تمہاری زندگی اسی قدر ضروری تھی میرے لئے۔ یہ کہہ کر اس نے دفعتاً ہی اس شخص کی ناک پر ایک گھونسہ مارا اور جیسے ہی وہ جھکا نریما سارڈان نے اس کی گردن میں اپنا ایک ہاتھ ڈال دیا۔ پیچھے ہٹ کر وہ تھوڑی سی ہٹی اور زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ وہ شخص پوری قوت سے زمین پر ٹکرایا تھا اور اس کا بھیجہ خربوزے کی طرح کھل گیا تھا۔ نریما سارڈان فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ تاکہ خون کے چھینٹے اس کے لباس کو داغ دار نہ کرسکیں۔ دوسرے آدمی کی کیفیت بھی پہلے سے مختلف نہیں تھی اور وہ انتہائی دہشت زدہ انداز میں اپنی پھوٹی ہوئی آنکھ پر ہاتھ رکھ کر چیخ رہا تھا۔

نریما سارڈان نے اس کا کالر پکڑا اور پھر اسے پکڑ کر گھمانے لگی۔ اس کے بعد اس نے اسے اس قوت سے چھوڑا کہ وہ خود ہی دیوار سے جا ٹکرایا اور اس کے بعد وہ دیوار کے ساتھ ساتھ ہی پھسلتا ہوا نیچے آرہا تھا۔ فیاض بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ نریما سارڈان نے کمرے کے منظر کو دیکھا اور اس کے بعد اپنا لباس درست کرنے لگی پھر اس نے پرس میں اپنا کلپ رکھا اور پرس اٹھا کر دروازے سے باہر نکل آئی۔ وہ پراطمینان قدموں سے چلتی ہوئی راہداری میں جارہی تھی۔ اور پھر فیاض کے دفتر کے سامنے پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رکی اور پھر اس نے پلٹ کر کہا۔ ”تھینک یو کیپٹن‘ تھینک یو ویری مچ۔“ دور کھڑے ہوئے دونوں ماتحتوں نے اس کے یہ الفاظ سنے اور خاموش رہ گئے۔ نریما سارڈان پراطمینان قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔

❀❀❀

کیپٹن فیاض کے چہرے پر یتیمی برس رہی تھی اور عمران غمزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ فیاض نے اس کا چہرہ دیکھا تو اس کے انداز میں جھنجلاہٹ پیدا ہوگئی۔

”جب بھی میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہوں..... سیدھا تمہاری طرف ہی رخ کرتا ہوں اور تم میری پریشانی سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہو۔ تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ میں ایسا کیوں کرتا ہوں؟“

”تم سوچنے کی مہلت ہی کہاں دیتے ہو پیارے؟ ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیتے ہو جنہیں سن کر سر دھننے کو جی چاہے۔ اب تم خود غور کرو اگر اتنی بار تمہارا سر دھنتا تو تمہارے شانوں پر کیا رہ جاتا؟“

”یار‘ بس ذمہ داریاں ہی ایسی سنبھالی ہوئی ہیں کہ بعض اوقات تو قسم کھا کر کہتا ہوں جی چاہتا ہے کہ اس ملازمت سے استعفیٰ دے دوں۔ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میں یہ سب کچھ نہیں کرسکتا۔“

”ارے نہیں سوپر‘ زندگی اسی کو کہتے ہیں۔ بقول شاعر کچھ نرم‘ کچھ گرم‘ چلتا ہے۔ چلتا ہے‘ بہرحال تم نے اس کے بعد کیا کیا؟“ عمران نے سوال کیا۔

”کچھ نہیں دونوں ماتحتوں کی خوشامد کی اور انہیں پرانے تعلقات کے واسطے دیے۔ یہی شکر ہے کہ لڑکی کو کسی اور نے نہیں دیکھا اور اس طرح میری عزت تھوڑی بہت محفوظ رہ گئی۔ میں نے ہوش میں آنے کے بعد

PAKISTANIPOINT.COM
WAQAR AZEEM

صورتحال سے واقف ہو کر سب سے پہلا کام یہی کیا کہ کچھ ایسی تبدیلیاں کر دیں جن سے یہ اظہار ہو کہ وہ دونوں آپس میں ہی لڑ پڑے تھے اور اس کے بعد میں نے ڈی جی صاحب کو رپورٹ بھی یہی دی ہے کہ ان دونوں نے اچانک ہی لاک اپ میں لڑنا شروع کر دیا اور اس قدر خوفناک انداز میں لڑے کہ دونوں ہی ہلاک ہو گئے۔ ویسے شکر ہے کہ کسی قسم کا آلہ استعمال نہیں کیا گیا ان کے قتل میں۔ نہ ہی گولی وغیرہ چلائی گئی۔ بس اسی سے بات ذرا بن گئی ہے لیکن ڈی جی صاحب غالباً مطمئن نہیں ہوئے ہیں۔ انہوں نے بہت ہی خونخوار انداز میں کہا ہے کہ اس کی تمام تر ذمے داری مجھ پر عائد ہوتی ہے اور میں اس سلسلے میں جواب تیار کر لوں اب بتاؤ میں کیا جواب دے سکتا ہوں؟''

''جواب میں استعفیٰ ہی مناسب ہوگا۔'' عمران مغموم لہجے میں ولا۔

''ہاں تمہاری تو دلی خواہش ہے کہ میں ایسا کر ڈالوں۔''

''ہاں سوپر' تمہاری یتیمی اب مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ ہمیشہ ہی کسی نہ کسی مصیبت کا شکار رہتے ہو۔ ارے ہاں یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ میری جان آج کل سرخ مرچ کا کال پڑا ہوا ہے۔ اگر تم اس سلسلے میں کوشش کرو تو کیا حرج ہے؟ بس ذرا ایمانداری سے کام کر لینا ورنہ یار لوگ تو مرچوں کا مزہ پیدا کرنے کے لئے لکڑی کے برادے میں تیزاب تک ملانے سے نہیں چوکتے۔''

فیاض سرد نگاہوں سے عمران کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

''اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟''

''لاشیں کہاں ہیں؟'' عمران نے سوال کیا۔

''کک' کیوں؟ کیا کرو گے؟ وہ یقیناً سرد خانے میں ہوں گی۔''

''ان سے درخواست کروں گا کہ زندہ ہو جائیں اور کیپٹن فیاض کے سر سے مصیبت ٹال دیں۔'' عمران نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

''ہوں گویا تم اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرو گے؟''

''کیا مدد کر سکتا ہوں میں؟ عجیب آدمی ہو' سارے کام بگاڑ کر آ جاتے ہو اور پھر مدد مدد پکارنے لگتے ہو۔ اس لڑکی کے بارے میں' آہم۔'' عمران دفعتاً کسی خیال کے تحت خاموش ہو گیا۔

چند لمحات فیاض کی صورت دیکھتا رہا پھر ایک میز سے کاغذ اور قلم نکال کر فیاض کو اشارہ کر کے بولا۔

''ادھر آ جاؤ۔''

فیاض بے اختیار اٹھ کر میز کے قریب پہنچ گیا تھا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' عمران نے کسی مداری کے سے انداز میں حکم دیا اور فیاض بیٹھ گیا۔

''اب ذہن کی تمام یادداشتوں کو کھنگال ڈالو اور اس لڑکی کے چہرے کا ایک ایک نقش تحریر کر دو۔ ویسے بھی میں جانتا ہوں کہ لڑکیوں کو تم کافی غور سے دیکھتے ہو اس لئے تمہیں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔''

فیاض نے آہستہ سے گردن جھٹکی اور پھر کاغذ سامنے رکھ کر غور کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے لڑکی کے خدوخال کی تمام تفصیلات کاغذ پر درج کر دی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا اور لڑکی کا ایک ایک نقش اس کے ذہن میں محفوظ تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد فیاض نے کاغذ عمران کی جانب بڑھایا تو عمران نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''توبہ' توبہ میں جانتا ہوں کہ اس میں کیا ہوگا؟''

''کیا مطلب؟''

''اے نامحرموں کو' کسی غیر لڑکی' مم میرا مطلب ہے شاید میں کچھ غلط کہہ گیا۔''

''فضول بکواس مت کرو۔ اپنی یادداشت کے مطابق اس کے بارے میں' میں نے اس میں تمام تفصیلات لکھ دی ہیں۔''

''ہوں' تو سوپر فی الحال اسی بات پر جمے رہو کہ ان

دونوں نے آپس میں جنگ کر کے خودکشی کی ہے اور تمہارے ماتحت ان سے کافی دور تھے' لیکن ماتحتوں کو سنبھالے رہنا اگر بہتر سمجھو تو ان کی دعوت اپنے گھر پر کر دینا لیکن دودھ فیملی کسی کو مت بلانا۔'' عمران نے کہا اور فیاض خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھنے لگا۔

''عمران اس سلسلے میں تمہارا ذہن بہت برق رفتاری سے کام کرتا ہے۔ یار مجھے کبھی کسی ایسے مسئلے سے دلچسپی نہیں رہی جسے میں نے حل کرنا چاہا ہو' یہ تو سر پڑنے والی بات ہے' اپنے اس عظیم الشان ذہن سے کام لے کر بس میری گلوخلاصی کرا دو۔ باقی کسی اور چیز سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''ہوں' یہی اس ملک کا المیہ ہے سوپر کہ ہر شخص کو اپنی ذمے داریوں سے دلچسپی نہیں ہے۔ بہرحال عارضی طور پر تم اسی سے کام چلاؤ۔ بعد میں دیکھیں گے کیا ہو سکتا ہے؟''

''ڈی' جی صاحب میری کھال میں بھس بھروا دیں گے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' فیاض لرزتے ہوئے بولا۔

''میری طرف سے انہیں درخواست پیش کر دینا کہ تمہارا بھس بھرا ہوا مجسمہ بعد میں مجھے ڈونیٹ کر دیں۔ میں اسے اپنے ڈرائنگ روم میں سجاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے چلتا ہوں۔ مگر آخری بار تم سے درخواست کر رہا ہوں کہ اس مسئلے میں میری مدد کرو اور مجھے اس جنجال سے نکال لو ورنہ واقعی کچھ کر ہی بیٹھوں گا۔''

''نہیں پیارے بھائی' اتنی جلد بازی بھی اچھی بات نہیں ہوتی کچھ کرنے سے پہلے سوچ سمجھ لینا' ویسے ایک کام تم نے زبردست کیا ہے' اس کی میں زندگی بھر تعریف کرتا رہوں گا۔''

''کیا؟'' فیاض چونک کر بولا۔

''تم نے اپنے ہاں اولاد نہیں پیدا ہونے دی۔ کوئی جھگڑا نہیں رکھا بعد میں رونے والوں کا' یہ اچھی بات ہے ورنہ تم جیسے ناکارہ لوگ مر جاتے ہیں اور بلاوجہ کچھ لوگوں کو رونے کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔''

''خدا ہی تم سے سمجھے گا۔'' فیاض نے اسے گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا۔

''بہتر ہے' اطلاع کا شکریہ۔'' عمران نے جواب دیا اور فیاض پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔

تقریباً پون گھنٹے سے وہ عمران کی خوشامدوں میں مصروف تھا۔ لڑکی کے نکل جانے کے بعد اسے ہوش آیا تھا اور ہوش میں آنے کے بعد اس کی نگاہوں نے جو کچھ دیکھا تھا اس پر اسے افسوس ہونے لگا کہ اسے ہوش ہی کیوں آیا؟ دونوں سیاہ فام باشندے اس بری طرح زخمی ہو کر مر چکے تھے کہ فیاض کا دل بھی لرز گیا تھا اور اس کے بعد لڑکی کا کوئی پتا نہیں چل سکا تھا۔ اب اس تمام صورتحال کو سمجھنا فیاض کے لئے مشکل نہیں تھا۔ کم از کم اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ چوٹ کھا گیا ہے۔ لڑکی کا تعلق کسی طور انٹرپول سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ یقیناً اس گروہ سے تعلق رکھتی ہوگی جو نہیں چاہتا تھا کہ سیاہ فام اپنی زبان کھولیں اور اس طرح لڑکی نے اس کے پاس پہنچ کر اپنا کام مکمل کر لیا۔

لیکن سارا قصور فیاض کا بھی نہیں تھا۔ رحمٰن صاحب نے اسے بتایا تھا کہ انٹرپول اس سلسلے میں باقاعدہ متحرک ہے اور اس کے نمائندے بھی فیاض سے رابطہ قائم کریں گے۔ چنانچہ انٹرپول ہی کے ایک نمائندے نے فیاض سے رابطہ قائم کیا تھا اور پھر بدقسمتی یہ تھی کہ وہ نمائندہ نہیں بلکہ ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کی نمائندگی فیاض ہر حیثیت سے قبول کر سکتا تھا۔

فیاض کے جانے کے بعد عمران معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا پھر اس نے کاغذ کھول کر دیکھا اور اس پر درج شدہ تحریر پڑھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے گہری سانس لی تھی۔ تقریباً تین گھنٹے تک وہ اس لڑکی کے بارے میں چھان بین کرتا رہا تھا لیکن اس کا کوئی ریکارڈ اسے دستیاب نہیں ہوا تھا البتہ عالم پور سے ملنے والی صفدر

PAKISTANIPOINT.COM
NAGAR AZEEM

کی رپورٹ کے مطابق اس نے عالم پور کے تمام اڈوں کے بارے میں معلومات نوٹ کر لی تھیں اور اس سلسلے میں ایک نام پر وہ چونکا تھا۔ یہ تھا' لوئیس ڈیپارلو' ڈیپارلو کا نام عمران کے ذہن میں کھٹکا تھا اور اس کے بعد پرانے ریکارڈ کی چھان بین شروع ہوگئی تھی۔

اس چھان بین میں بلیک زیرو نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ اور بالآخر وہ ڈیپارلو کا نام تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ اس نام کے ساتھ ایک مکمل کہانی وابستہ تھی۔ ڈیپارلو ایک بین الاقوامی قسم کا اسمگلر تھا۔ خاص طور سے منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں اس کا نام لیا جاتا تھا۔ کچھ اور تفصیلات تھیں اس کے بارے میں لیکن اتنی مکمل نہیں تھیں کہ کوئی فائدہ عمران اس سے اٹھا سکتا لیکن لوئیس ڈیپارلو کا اس ڈیپارلو سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ یہ صرف اتفاق بھی ہوسکتا ہے' ویسے منشیات کے سلسلے میں صفدر نے جن اڈوں کے بارے میں رپورٹ دی تھی عمران نے ان پر پوری طرح نگاہیں دوڑائیں تھیں اور اس کے بعد نواب پوپٹ کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔

صفدر سے اس نے نواب پوپٹ کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کی تھیں۔ پھر صفدر ہی کے ذریعے اسے اس لڑکی کا حال بھی معلوم ہوا تھا جس نے وہاں سے فرار ہونے کے لئے عجیب وغریب طریقہ اختیار کیا تھا اور صفدر جیسے چالاک آدمی کو چوٹ دے گئی تھی۔ اس لڑکی کو بھی ذہن میں رکھنا تھا۔ صفدر نے اس کا خاکہ ایک کاغذ پر نوٹ کر کے دیا تھا اور اس وقت فیاض سے گفتگو کرتے ہوئے اچانک ہی اس لڑکی کا خیال آ گیا تھا اور اس نے فیاض سے اس لڑکی کے' جس نے فیاض کو انٹرپول کی ممبر بن کر دھوکا دیا تھا' خدوخال بیان کرنے کو کہا تھا اور عمران کا اندازہ درست ہی نکلا تھا' جو خدوخال صفدر نے بتائے تھے ہو بہو ہی فیاض نے تحریر کر کے دیئے تھے۔ گو لڑکی کی مکمل شکل عمران کے سامنے نہیں آئی تھی لیکن یہ اندازہ ضرور ہوگیا تھا کہ صفدر کو عالم پور سے واپس آتے ہوئے جو لڑکی ملی تھی اور جس نے فیاض کو انٹرپول کی نمائندہ بن کر دھوکا دیا' دونوں میں کوئی فرق نہیں تھا اور دونوں ایک ہی شخصیت کے دو روپ تھے۔

وہ دیر تک پرخیال انداز میں کاغذ کے اس پرزے کو دیکھتا رہا جس پر فیاض نے لڑکی کا حلیہ اسکیچ کیا تھا اور اس کے بعد اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کاغذ کے پرزے پرزے کر دیئے اور انہیں باسکٹ میں ڈالنے کے بعد جیب میں چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ چیونگم کے پیس کو دانتوں میں کچلتے ہوئے وہ دیر تک اونگھتا رہا تھا اور اس کے بعد دفعتاً ہی اس کے حلق سے آواز نکلی تھی۔

''سلیمان! ابے او سلیمان' کہاں مر گیا؟'' دوسرے لمحے سلیمان موجود تھا۔ ان دنوں سلیمان بہت خوش رہتا تھا۔ اور عمران کے تمام احکامات کی بڑی سعادت مندی سے تعمیل کرتا تھا۔ اس کی کچھ وجوہات تھیں۔ عمران نے دونوں میاں بیوی کو بہترین لباس دیئے تھے اور اس کے علاوہ آج کل وہ سلیمان کا کچھ زیادہ ہی خیال رکھنے لگا تھا۔ سلیمان اندر آیا تو عمران اسے دیکھ کر بولا۔

''کپتان صاحب گئے؟''

''جی صاحب وہ تو دیر کے چلے گئے۔''

''ہوں' تو کیا کر رہا ہے؟''

''کچھ نہیں صاحب' کھانا پکا رہا ہوں آپ کے لئے۔''

''کیا پکایا ہے؟'' عمران نے سوال کیا۔

''قیمہ کریلے صاحب۔''

''کیا؟'' عمران غرا کر کھڑا ہوگیا اور سلیمان سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔

''قق..... قق..... قیمہ کریلے۔''

''کیوں؟'' عمران دہاڑا۔

''مم..... مطلب صاحب؟ آپ کو بہت پسند ہیں۔''

''قیمہ اور کریلے؟'' عمران پرخیال انداز میں اسے گھورتا ہوا بولا۔

''جی صاحب پک جائے تو ذرا کھا کر دیکھئے' بھرے ہوئے کریلے پکائے ہیں۔''

''اُفوہ! قیمہ کریلے اوپر سے بھرے ہوئے۔ ابے سلیمان تو۔ تو۔ کیا تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے؟''

''مگر صاحب پکتے ہیں۔''

''نہیں پکتے۔'' عمران غرایا۔

''نہیں پکتے ہوں گے۔''

''تو پھر تو نے کیوں پکائے؟''

''غلطی ہوگئی صاحب' آئندہ نہیں پکاؤں گا۔''

''ہوں۔'' عمران نے گردن ہلائی پھر بولا۔ ''ایک کپ لیموں کا عرق لے کر آ' تھوڑی سی کافی ڈال کر۔''

''جی صاحب؟'' سلیمان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''لیموں کا عرق نہیں سمجھتا یا کافی نہیں سمجھتا؟''

''مم' مگر صاحب لیموں کا عرق' کافی ڈال کر؟''

''ابے ہاں' تیری حالت کیوں خراب ہوئی جا رہی ہے یہ سن کر؟''

''اول تو صاحب گھر میں اتنے لیموں نہیں ہیں کہ ان کا ایک کپ عرق نکل آئے۔ دوسرے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کافی میں تو لیموں ڈال دیا جاتا ہے لیکن لیموں میں کافی؟''

''بحث کرے گا مجھ سے؟'' عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

''نہیں صاحب' بالکل نہیں کروں گا مگر اس وقت یوں کیجئے کہ کافی سے کام چلا لیجئے' آئندہ لیموں کے عرق میں کافی ڈال دوں گا' آج صرف کافی میں ایک لیموں ڈالے دیتا ہوں۔''

''چل' ٹھیک ہے' کام چل جائے گا۔'' عمران نے تعاون کرنے والے انداز میں کہا اور سلیمان جلدی سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ عمران کی مطلوبہ چیز لے آیا تھا۔ عمران کافی کے چھوٹے چھوٹے سے گھونٹ لے کر برے برے سے منہ بناتا رہا اور پھر اس نے وہ ٹیلی فون اٹھا لیا جس کا نمبر ٹیلی فون ڈائریکٹری میں نہیں تھا۔ اب وہ بلیک زیرو کو رنگ کر رہا تھا۔

❖❖❖

خاور اور صدیقی عالم پور میں تھے لیکن وہ اپنی زندگی کے بدترین وقت سے گزر رہے تھے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ہر بار ہی انہیں یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا کہ یہ وقت ان کی زندگی کا سب سے بدترین وقت ہے۔ لیکن دوبارہ جو کام ان کے سپرد کیا جاتا وہ پہلے سے بھی خراب ہوتا کوئی ایسا کام ہوتا جس میں زندگی کی بازی لگانی پڑتی تو شاید انہیں اتنا اعتراض نہ ہوتا جتنا اس کام پر تھا اور دونوں ہی اس بار ایکسٹو کی سپرد کی ہوئی ذمے داری پر نالاں تھے۔ جسم کے لباس انتہائی موٹے اور بھدے قسم کے تھے اور پھر اس طرح گرد وغبار اور میل سے اٹے ہوئے تھے کہ انہیں اپنے جسم پر کاٹتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ بال بکھرے ہوئے' داڑھیاں قدرتی طور پر بڑھی ہوئیں اور پورے بدن پر میل اور گرد کی تہیں جمی ہوئیں' انہیں نہانے کی اجازت نہیں تھی۔

عالم پور کے ایک نواحی علاقے میں وہ کئی دنوں سے مقیم تھے اور ان کی اقامت گاہ وہ پائپ لائنیں تھیں جنہیں تبدیل کر دیا گیا تھا اور ان کی جگہ نئی پائپ لائن ڈال دی گئی تھی لیکن ان پائپ لائنوں کو اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں گیا تھا۔ وہ آدھی کے قریب زمین میں دھنس چکی تھیں اور ان کے اندرونی حصے پر بھی مٹی کی تہہ جم گئی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ پائپ لائنیں بے حد ٹھنڈی اور ہوادار تھیں البتہ آس پاس کیچڑ اور گندگی جمی ہوئی جو انبار نظر آتے تھے ان کی بدبو ان پائپ لائنوں کی فضا کو خراب کرتی رہتی تھی۔

عالم پور کے اس نواحی علاقے میں کچے مکانات اور جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ بعض مکانات میں اینٹیں بھی استعمال کی گئی تھیں۔ عام طور سے ان کی چھتیں ٹین یا سیمنٹ کی شیٹوں کی تھیں دو چار ہی مکان ایسے تھے جن پر شاید آر سی سی کی چھت پڑی ہو۔

WAQAR AZEEM PAKISTANIPOINT.COM

بہت ہی افلاس زدہ علاقہ تھا۔

جن پائپ لائنوں کے قریب ان دونوں کا بسیرا تھا وہاں ایک کچا مکان نظر آتا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر لوئیس ڈیپارلو کا وہ اڈہ تھا جہاں منشیات عام طریقے سے سپلائی ہوتی تھیں۔ یہ اڈہ بھی ایک بھینسوں کے باڑے کی شکل میں تھا۔ بیرونی حصے میں دس بارہ بھینسیں بندھی ہوئی تھیں اور ان کی دیکھ بھال کے لئے کئی آدمی نظر آتے تھے۔ احاطے میں دو کمرے بھی بنے ہوئے تھے اور انہی کمروں میں منشیات کا کاروبار ہوتا تھا۔ صدیقی اور خاور بخوبی لوئیس ڈیپارلو کے اس اڈے کا جائزہ لیتے رہے، ویسے انہیں یہ بات معلوم تھی کہ ایکسٹو کے حکم کے مطابق اس وقت سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم ہی عالم پور میں موجود ہے اور وہاں کے مختلف علاقوں میں فروکش ہے۔

البتہ انہیں چوہان پر رشک آتا تھا جو اس حلیئے میں نظر نہیں آرہا تھا بلکہ اسے ان لوگوں کو رقومات کی فراہمی سونپی گئی تھی اور وہ ان میں ہیروئن خریدنے کے لئے رقمیں بانٹتا پھرتا تھا۔ زیادہ پیسے ان کے پاس رہنا مناسب نہیں سمجھا گیا تھا چنانچہ انہیں روزانہ ہی ہیروئن کی خریداری کے لئے رقم ملا کرتی تھی اور اس کا ذریعہ چوہان تھا۔

صدیقی اور خاور کو دوسرے لوگوں کے بارے میں تو معلوم نہیں تھا، لیکن جولیا نے خصوصی طور پر انہیں ہدایت کی تھی کہ انہیں ڈیپارلو کے اڈے پر اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ وہ زیادہ ذہین اور سمجھدار ہیں، بہرطور خاور نے اس بات پر ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا تھا کہ ایکسٹو کو جب بھی کسی سے کوئی کام لینا ہوتا ہے وہ اسی قسم کی باتیں کر کے اسے استعمال کرتا ہے۔ صدیقی نے اس سلسلے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔

وہ پائپ لائن میں زندگی گزار رہے تھے اور عموماً وہاں منشیات کی بدبو پھیلا دیا کرتے تھے۔ ہیروئن استعمال کرنے کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ البتہ خاور نے یہ خدشہ ظاہر کیا تا کہ ہیروئن کے اس قدر قریب رہنے سے ہوسکتا ہے وہ اس کے عادی ہی ہوجائیں، آس پاس کے لوگ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ دونوں ہیروئن پینے والے ہیں اور زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے ہیں۔ یہاں اور بھی بہت سے لوگ نظر آجایا کرتے تھے اور بعض اوقات ان سے کمپنی بھی ہوجایا کرتی تھی لیکن خاور اور صدیقی اس سے بچنے کی کوشش بھی کرتے تھے۔ البتہ وہ معمر عورت انہیں بڑی عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی تھی جو اس پائپ لائن کے بالکل قریب والی اس جھونپڑی میں رہتی تھی جس کے سامنے کی دیوار پکی تھی اور باقی ساری جھونپڑی کچی بنی ہوئی تھی اور اس پر ٹین کی شیٹیں پڑی ہوئی تھیں۔

ایک دوبار معمر عورت نے انہیں مخاطب بھی کیا تھا لیکن خاور صدیقی نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی پھر معمر عورت نے ایک دومرتبہ انہیں چائے بھی پیش کی تھی۔

اس وقت بھی شام کے جھٹپٹے فضاؤں میں پھیل رہے تھے اور معمر عورت ادھر سے گزری تھی اس نے ان دونوں کے قریب رک کر انہیں دیکھا اور پھر گردن جھٹکنے لگی۔

''تم لوگوں کو اور کہیں موت نہیں ہے۔'' اس نے برے سے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔'' خاور مغموم لہجے میں بولا۔

''کاہے کو اپنا جوانی خراب کرتا ہے؟ بیوقوف لوگ مرجائیں گا۔ ایک دن مرجائیں گا۔''

''ہم مرنا چاہتے ہیں۔'' صدیقی بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تمہارا کوئی لوگ نہیں ہے رے، ماں باپ نہیں ہے، کوئی اور رشتہ دار نہیں ہے۔ کیوں اپنا جندگی برباد کرتا ہے۔ خدا کا واسطے سوچو! ابھی یہ تمہارا لمبا چوڑا بدن گل جائیں گا اور تم ہل جل بھی نہیں سکیں گا۔ ابھی اپنا آپ کو سنبھالو، بچو! کھانا کھایا تم لوگوں نے؟'' عورت کے لہجے میں ہمدردی پیدا ہوگئی تھی۔

''ہاں کھالیا۔''

''اور پھر اب ہیروئن پی کر ادھر مریں گا؟''

''ہاں ہم ہیروئن پی کر ادھر مریں گا، تم جاؤ اپنا کام کرو۔''

''ٹھیک ہے بابا۔ ٹھیک ہے، ابھی میرا تم پر کوئی حق ہوتا تو ہم تم کو مار مار کر ادھ مرا کردیتا، ایک کمرے میں بند کردیتا۔ ادھر تم ایسے ہی مرجاتا تو میرے کو غم نہیں ہوگا۔ مگر تمہارا یہ لمبا چوڑا جسم دیکھ کر میرے کو دکھ ہوتا ہے رے، ابھی تھوڑے دن کا بات ہے، کہ یہ سارا بدن ختم ہوجائیں گا۔''

''تم یہ تقریر ختم کرو اور اپنے گھر جاؤ۔'' خاور نے کسی قدر غصیلے لہجے میں کہا اور عورت گہری سانس لے کر گردن جھٹکنے لگی۔ صدیقی مسکراتی نگاہوں سے خاور کو دیکھ رہا تھا۔

''یہ نصیحتیں سن سن کر اور غصہ آتا ہے۔ آخر اسے کیا پڑی ہے ہمارے معاملے میں دخل دینے کی؟''

''خیر یہ تو ہمدردی کی بات ہے خاور۔''

''یار، تو یہاں کون ہیروئن پی رہا ہے؟ بلاوجہ ہم لوگوں کو یہ بنادیا گیا ہے۔ ویسے صدیقی ایسی ذمے داریاں تمہیں بری نہیں لگتیں؟''

''کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی۔''

''آخر اس لوئیس ڈیپارلو کے اڈے پر کیا ہو رہا ہے؟ یہاں تو وہی سب کچھ ہوتا ہے جو دوسری جگہوں پر ہوتا ہے۔''

''کیا تم سے یہ نہیں کہا گیا کہ یہاں آنے جانے والوں پر گہری نگاہ رکھو۔''

''اس سے فائدہ؟''

''بھئی ہوسکتا ہے ایکسٹو کو کسی خاص آدمی کی تلاش ہو اور پھر یہ تصویر۔'' صدیقی نے جیب میں رکھا ہوا ایک اسکیچ نکال لیا جو کسی مصور سے بنوایا گیا تھا۔

ایک خوبصورت لڑکی کی تصویر تھی اور اس کے فوٹو گراف نکلوا لئے گئے تھے۔

''لڑکی کی تلاش اس جگہ ممکن ہوسکتی ہے اور اگر فرض کرو یہاں رات کے جھٹپٹے میں اگر وہ آ بھی جائے تو کیا ہم اسے دیکھ کر اس کے بارے میں کچھ جان سکتے ہیں؟''

''بھئی اب یہ کام تو کرنا ہی ہے، جس طرح بھی ممکن ہو آخر ہماری ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔''

''مجھے اس ڈیوٹی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے یار میں تو بس وہ ذمے داری پوری کر رہا ہوں جو ہمارے سپرد کردی گئی ہے بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

''خیر اب چھوڑو ان باتوں کو، کیا خیال ہے آرام کیا جائے۔''

''تو اور کیا جھک ماریں گے؟ تمام جسم اینٹھ کر رہ گیا ہے۔ اس کمبخت مٹی پر سوتے سوتے۔''

''خیر یار، یہ بات تو کہو اگر یہ بدبو نہ ہوتی تو یہ جگہ تو بڑی سہانی تھی، دیکھو کیسی عمدہ ہوا چلتی ہے۔''

''تمہارا تو دماغ خراب ہوگیا ہے۔''

''نہیں خاور، کبھی کبھی زندگی کے اس رخ کو بھی دیکھنا چاہئے۔ آرام دہ بستروں پر سوتے سوتے تو عمر ہی گزر گئی ہے۔ آخر ہم اس سے اکتاتے کیوں نہیں ہیں؟''

''اب تم فلسفہ جھاڑو گے؟'' خاور نے برا سا منہ بنا کر کہا اور صدیقی مسکرا کر خاموش ہوگیا۔

رات تیزی سے پھیل رہی تھی اور پھر ساڑھے نو یا پونے دس بجے کا وقت ہوگا کہ دفعتاً ہی وہ بری طرح اچھل پڑے۔ لوئیس ڈیپارلو کے اڈے پر ہونے والا دھماکا اتنا ہی شدید تھا فضا میں تیز چمک پیدا ہوئی تھی اور شعلوں کا طوفان اٹھ پڑا تھا پھر بھینسوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد بھینسیں دوڑ پڑیں۔ انسانوں کے چیخنے کی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔ بہت سے لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے۔

خاور اور صدیقی بھی پائپ لائن سے نکل کر کھڑے ہوگئے۔ ان کے اعصاب کشیدہ ہوگئے تھے۔ بھاگتی ہوئی بھینسوں سے بچنے کے لئے انہوں نے یہی غنیمت

PAKISTANIPOINT.COM

سمجھا تھا کہ پائپ لائن کے قریب ہی رہیں۔ چاروں طرف افراتفری مچ گئی تھی۔ شاید کچھ بھینسیں شدید زخمی ہوگئی تھیں اور زخموں کی تکلیف سے دوڑ رہی تھیں۔ ایک دو بھینسیں ادھر سے بھی گزریں اور خاور اور صدیقی پائپ لائن کے اندر ہوگئے۔ ایک دو بھینسیں پائپ لائن سے ٹکرائی بھی تھیں لیکن زمین میں دھنسی ہوئی پائپ لائن کا کچھ نہ بگڑ سکا اور بھینسوں ہی کو زخم آئے پھر خاور اور صدیقی کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پائے تھے کہ دفعتاً ہی انہوں نے ایک انسانی وجود کو پائپ لائن میں گھستے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئے تھے۔ نجانے یہ دوڑتا ہوا وجود کس کا تھا وہ یہ بھی نہ دیکھ سکے کہ گھسنے والی شخصیت کس کی ہے اور اس کی حالت کیا ہے؟ باہر زبردست طریقے سے بھاگ دوڑ ہو رہی تھی۔ لوٹیس ڈیپارلو کے اڈے میں آگ لگی ہوئی تھی اور لوگ شاید اس کے آس پاس کافی زخمی ہوگئے تھے۔

چند لمحے اسی طرح گزر گئے۔ افراتفری بڑھتی جا رہی تھی۔ پائپ لائنوں کے آس پاس بھی لوگوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ طرح طرح کے تبصرے کر رہے تھے۔ خاور اور صدیقی بالکل خاموش تھے۔ انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ جو وجود پائپ لائن میں گھسا ہے اس کی حالت کیا ہے؟ پائپ لائن میں اچھا خاصا اندھیرا تھا۔ اس لئے وہ اس کے بارے میں صحیح طور سے اندازہ نہیں لگا سکے تھے۔

''یہ کون ہے؟'' خاور نے نشیلے لہجے میں کہا۔ اپنی اس کیفیت کو وہ اس وقت بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

''پتا نہیں۔'' صدیقی بھی اسی انداز میں بولا اور دونوں اسے ٹٹولنے لگے پھر دونوں کے جسموں کو کرنٹ سا لگا تھا۔ جس جسم سے ان کے ہاتھ ٹکرائے تھے وہ ایک مکمل طور پر بھرپور نسوانی جسم تھا۔ دونوں نے پھر بھی اپنے آپ پر کنٹرول رکھا اور تھوڑے سے پیچھے ہٹ گئے۔ پھر خاور نے کہا۔

''کیا یہ مر گیا؟''

''مر گیا نہیں مر گئی۔''

''ایک ہی بات ہے بھائی۔ کوئی مرا ہو یا مری ہو ہمیں کیا؟''

''پتا نہیں دیکھو مرا ہے یا مری ہے؟'' صدیقی بولا اور خاور ایک بار پھر اس کے جسم کو ٹٹولنے لگا پھر اس نے اس نسوانی وجود کے سینے سے سر ٹکا دیا۔ ''دھڑکن صاف سنائی دے رہی ہے۔'' خاور نے کہا۔

''نہیں' تھوڑی سی زندہ ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے کوئی بات نہیں' آرام سے پڑا رہنے دو۔''

''مگر یہ کیا ہوا پیارے بھائی' یہ روشنی کیسے ہوئی تھی؟''

''کسی نے موم بتی جلائی ہوگی۔''

''موم بتی میں دھماکا نہیں ہوتا۔''

''یہ دھماکے والی موم بتی ہوگی۔'' خاور نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ دونوں مکمل طور پر خاموش ہوگئے۔

نسوانی وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ وہ ساکت وجامد پڑا ہوا تھا۔ باہر لوگ بھاگ دوڑ رہے تھے۔ پتا نہیں لوٹیس ڈیپارلو کے اڈے پر جو لوگ موجود تھے ان کا کیا حشر ہوا؟ ویسے دھماکا اتنا ہی زوردار تھا کہ یقینی طور پر ان میں سے بہت سے افراد ہلاک یا زخمی ہوئے ہوں گے۔

خاور صدیقی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بے ہوش وجود کا کیا کیا جائے جو یہاں نازل ہوگیا ہے۔ کہیں کوئی مصیبت ہی سر پر سوار نہ ہو جائے۔ ویسے ابھی تک انہوں نے اپنے آپ کو پوری طرح کنٹرول میں رکھا تھا۔ اور کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جو باعث شک ہوتی یہ بات کم از کم ان کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس سے بھی محتاط رہنا ضروری ہے۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً انہیں ایک روشنی اپنی طرف بڑھتی دکھائی دی اور انہوں نے اس عورت کو دیکھ لیا جو انہیں نصیحتیں کرتی رہتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں لالٹین

تھی اور وہ پائپ لائن کی جانب ہی آ رہی تھی۔

''تم لوگ جندہ ہے یا مر گیا؟''

''ہم لوگ آدھا مر گیا' آدھا جندہ ہے۔'' خاور نے جواب دیا۔

''ابھی دیکھو لو ادھر' ابھی اس کا خیال کرو کہ خدا نے تم کو بچایا' جاؤ بابا لوگ ادھر سے بھاگ جاؤ۔ جاؤ خدا تم کو محفوظ رکھے۔ تم جندہ ہو مجھے دیکھ کر کھوش ہوا' مگر اب تم لوگ ادھر سے جاؤ۔''

''جائیں گا' مگر تم یہ لالٹین ہم کو دو۔'' خاور نے کہا اور عورت نے لالٹین اس کی طرف بڑھا دی۔ خاور بے ہوش لڑکی کو دیکھنے لگا تھا اور پھر دفعتاً ہی اس کے ذہن میں جھٹکا سا لگا۔ جس لڑکی کا اسکیچ انہیں دیا گیا تھا' اس کا چہرہ ہو بہو اس سے ملتا جلتا تھا۔ دوسرے لمحے خاور نے لالٹین بوڑھی عورت کو تھما دی۔

''ابھی تھوڑی دیر کے بعد ادھر سے دفع ہو جائیں گا ممی۔ تم آرام کرو۔''

''وعدہ کرتا ہے؟''

''ہاں' اب ادھر ہم کو کیا ملے گا۔ اڈہ تو ختم ہوگیا۔'' خاور نے کہا۔

''اچھا ہوا' بہت سے لوگ کا بھلا ہوئیں گا۔'' عورت نے کہا اور لالٹین لئے ہوئے آگے بڑھ گئی۔ صدیقی بھی غالباً خاور سے متفق تھا اور اس لڑکی کا چہرہ دیکھ چکا تھا۔ دونوں کافی دیر تک گم صم رہے پھر خاور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''تم نے کچھ اندازہ لگایا؟''

''ہاں۔'' صدیقی نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔

''تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟''

''میرا خیال ہے پہلے اسے قابو میں کر لو اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے۔ بلکہ بہتر ہے کہ اطلاع دے دی جائے اور جواب کا انتظار کیا جائے۔''

''میرے خیال میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ لینا مناسب ہوگا۔''

''ہوں۔'' صدیقی نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ کوئی ایسی چیز تلاش کرنے لگے جس سے فوری طور پر لڑکی کو بے بس کر دیا جائے۔ لڑکی کے لباس ہی کا ایک حصہ منتخب کیا گیا تھا۔ خاور نے اس کے دونوں پاؤں پکڑے اور انہیں کپڑے میں لپیٹنے کی کوشش کرنے لگا لیکن دفعتاً ہی بجلی سی کوند گئی لڑکی کے جڑے ہوئے پاؤں خاور کے سینے پر پڑے تھے اور خاور کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی تھی۔ وہ کچھ اس طرح سے اچھل کر پائپ لائن سے باہر جا پڑا کہ اسے خود بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ بات یہیں ختم نہ ہوئی' عقب میں صدیقی موجود تھا' چنانچہ لڑکی نے عقب کی طرف رخ کرنے کی بجائے اپنے جسم کو کچھ اس طرح جنبش دی کہ وہ خود بھی پائپ لائن سے باہر نکل گئی۔ صدیقی کے حلق سے ایک بے اختیارانہ آواز نکل گئی تھی۔

''پکڑو۔'' لیکن وہ کسے پکڑتے؟ خاور تو ابھی اپنے آپ کو سنبھال نہیں پایا تھا اور صدیقی پائپ لائن سے باہر نکلنے کے لئے دوڑا تھا۔ لڑکی نے پائپ لائن کا اوپری حصہ پکڑا اور اس کا بدن قلابازی کھا کر پائپ لائن کے اوپر پہنچ گیا۔ خاور نے کھڑے ہو کر اس کی ٹانگیں پکڑنے کی کوشش کی' لیکن لڑکی نے ایک الٹی قلابازی کھائی اور پھر دوسری قلابازی اسے نیچے لے گئی۔ خاور اس کے پیچھے دوڑ پڑا تھا۔ صدیقی بھی اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ لڑکی نے ایک لمحے کے لئے پلٹ کر دیکھا اور اس کے بعد دفعتاً ہی اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ خاور اور صدیقی اچھی خاصی تیز رفتار سے دوڑ رہے تھے لیکن انہیں لڑکی سے فاصلہ زیادہ ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر دفعتاً ہی لڑکی اچھل کر ایک کچے مکان کی دیوار پر چڑھ گئی اور دوسرے لمحے اس کی چھت پر' پھر اس چھت پر بھی وہ نہیں رکی تھی بلکہ اس نے وہاں سے ایک دوسرے مکان پر چھلانگ لگا دی تھی۔ خاور اور صدیقی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جس دوسرے مکان پر لڑکی نے چھلانگ لگائی تھی اس کا درمیانی فاصلہ آٹھ فٹ سے کم نہ

WAQAR AZEEM PAKISTANIPOINT.COM

ہوگا لیکن لڑکی بڑے اطمینان سے اس مکان پر پہنچی اور پھر اس کے عقب میں کود گئی۔

دونوں نے اپنے اپنے رخ تبدیل کر لئے اور اس کے پکڑنے کے لئے مختلف سمتوں سے دوڑے' لیکن جب وہ اس مکان کے پیچھے پہنچے تو لڑکی کا کہیں پتا نہیں تھا۔ دونوں احمقانہ انداز میں سر کھجانے لگے۔ خاور نے صدیقی سے کہا۔

''وہ لڑکی تھی یا چھلاوا؟''

''چھلاوا ہی کہہ سکتے ہیں۔''

''مگر کیا اس سلسلے میں رپورٹ دی جائے۔ صدیقی نے پوچھا۔

''کیا رپورٹ دو گے؟ یہی کہ وہ ہمارے قابو میں آ کر نکل گئی۔'' خاور بولا اور صدیقی سوچ میں ڈوب گیا پھر دونوں ہی چونک پڑے تھے۔ غالباً وہ پولیس کی گاڑیاں تھیں جو تیز رفتاری سے اس سمت آ رہی تھیں۔ خاور نے آہستہ سے صدیقی سے کہا۔

''میرا خیال ہے اب یہاں خاصی لے دے ہو جائے گی بہتر ہے کہ یہاں سے نکل چلا جائے۔'' صدیقی نے اس کی اس بات سے اتفاق کیا اور وہ دونوں تاریکی میں ایک جانب رینگ گئے۔

❁❁❁

عالم پور میں کئی ہوٹل تھے' جن میں سے چند اچھے خاصے تھے لیکن سیر گاہ کی بات کچھ اور تھی۔ دراصل اس ہوٹل پر اتنی دولت صرف کرنے والے نے یہ نہ سوچا ہوگا کہ عالم پور سیاحوں کے لئے پرکشش نہیں ہے۔ حالانکہ اس کے مضافات بڑے خوبصورت تھے۔ بعض علاقے برفانی تھے اور ان برفانی علاقوں میں اچھی خاصی تفریحات مہیا کی گئی تھیں۔ لیکن نجانے کیوں سیاح عالم پور کا رخ بہت کم کرتے تھے غالباً اسی بنیاد پر یہ ہوٹل بنایا گیا تھا لیکن بنانے والے کو شاید کبھی اس سے اطمینان نصیب نہ ہوا ہوگا لیکن چونکہ اچھی خاصی دولت صرف کر دی گئی تھی اس لئے ہوٹل کا اسٹینڈرڈ قائم رکھنا پڑا تھا کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا' اس لحاظ سے اس کے کرائے بھی مہنگے تھے۔

لیکن جب کسی شہزادے کے ایک سیکریٹری نے سیر گاہ پہنچ کر پندرہ کمرے بک کروائے تو ہوٹل کا منیجر خود بھی چونک پڑا۔

''یہ پندرہ کمرے ایک ہی منزل پر درکار ہیں آپ کو؟''

''جی۔''

''کتنے عرصے کے لئے؟''

''غیر معینہ مدت کے لئے۔''

''شہزادے صاحب کی یہاں آمد کی وجہ؟''

''منیجر! شہزادے' شہزادے ہی ہوتے ہیں اور ان کے تمام مشاغل بھی انہی کے علم میں ہوتے ہیں۔ اگر آپ پندرہ کمرے بک کر سکتے ہیں تو کر دیجئے۔ کرایہ ایڈوانس ادا کیا جائے گا۔''

''نہیں نہیں جناب! میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تو صرف اپنی معلومات کے لئے آپ سے یہ عرض کر رہا تھا۔''

''آپ کس منزل پر یہ کمرے دے سکیں گے؟''

''جس منزل پر حضور چاہیں' ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔''

''تو ہمیں دوسری منزل درکار ہے۔''

''بہت بہتر' میں دوسری منزل کے پندرہ کمرے آپ کے نام بک کر دیتا ہوں۔ ذرا حساب کتاب سمجھ لیجئے گا' اور ہاں! یہ سب کچھ تو ہوتا ہی رہے گا۔ ہمیں شہزادے صاحب کے بارے میں کچھ معلومات' کچھ تفصیلات مہیا کر دیجئے۔''

''شہزادے صاحب بہت نازک مزاج ہیں' نفاست پسند ہیں اور ان کی فطرت میں نفاست پسندی بہت زیادہ ہے۔ آپ براہ کرم اس بات کا خیال رکھئے گا۔''

''آپ بالکل اطمینان رکھیں۔ سیر گاہ میں ان کی آمد ہمارے لئے باعث فخر ہوگی۔'' منیجر نے کہا اور پھر اس نے

پندرہ کمرے سیکریٹری کو دکھا دیئے۔ سیکریٹری نے ان میں کچھ ترامیم کرائی تھیں۔ منیجر نے انہیں قبول کر لیا اور فوری طور پر سیر گاہ کا عملہ ان کمروں کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ بہت بڑی رقم ہاتھ لگی تھی اور اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ شہزادے صاحب کی آمد کیا کیا رنگ دکھائے گی۔

منیجر کا یہی خیال تھا کہ شہزادے صاحب اپنے بے شمار عملے کے ساتھ یہاں آئیں گے۔ ان دنوں خاصی مصروفیت ہو جائے گی۔ سیر گاہ کے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں عالم پور میں بڑے بڑے لوگ ہی آیا کرتے تھے۔ عموماً باہر سے آنے والوں کے سلسلے میں یہاں میٹنگیں ہوا کرتی تھیں' اور اس کے لئے ہال کو نہایت نفاست سے آراستہ کیا گیا تھا۔ دراصل سیر گاہ کا مالک غیر ملک میں رہتا تھا اور اسے اس ہوٹل سے آمدن کی کوئی خاص پروا نہیں تھی' لیکن یہ منیجر کی ذمہ داری تھی کہ وہ یہیں سے ہوٹل کے عملے کی تنخواہیں ادا کرے اور اس کے تمام مینٹی نینس کے اخراجات پورے کرے۔

چنانچہ اس بار ایک بڑی اسامی ہاتھ لگ رہی تھی تو منیجر اپنی تمام تر مہارتیں صرف کر رہا تھا۔

سیکریٹری نے اپنے لئے بالکل آخری کمرہ منتخب کیا تھا۔ تمام کمرے ایک ہی قطار میں تھے۔ سامنے والی قطار میں دوسرے کمرے تھے۔ منیجر عموماً سیکریٹری سے گفتگو کرتا رہتا تھا اور شہزادہ ڈھمپ کے بارے میں معلومات حاصل کرکر کے حیران ہوتا تھا۔ اس نے ریاست ڈھمپ کے بارے میں سوالات کئے تو سیکریٹری نے بتایا کہ ریاست ڈھمپ ایک پہاڑی ریاست ہے اور وہاں بے شمار دولت ہے۔ معدنی دولت کی وجہ سے ڈھمپ انتہائی ترقی یافتہ ہے اور شہزادہ صاحب پہلی بار سیر و سیاحت کے لئے نکلے ہیں۔

بہر حال ہوٹل کے عملے کے لئے نئی وردیاں فراہم کی گئی تھیں کیونکہ اس قسم کے شہزادگان کا مزاج ذرا مختلف ہوتا ہے۔

بالآخر شہزادہ ڈھمپ وہاں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ ایک شخص اور تھا جس کے بارے میں پتا چلا کہ وہ بھی سیکریٹری ہے۔ شہزادہ ڈھمپ ایک انتہائی چمکدار کپڑے کی نہایت اعلیٰ شیروانی' چوڑی دار پاجامے اور شیروانی والے کپڑے کی ٹوپی میں ملبوس تھے۔ ہاتھ میں ایک نازک سی سنہری چھڑی پکڑی ہوئی تھی۔ سلیم شاہی جوتے پہنے ہوئے تھے۔ ان کی چال میں بے حد نزاکت اور لچک تھی۔ بدن سے خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ ان کا سیکریٹری البتہ جدید ترین لباس میں ملبوس تھا۔ اور مودبانہ انداز میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

ہوٹل کی کار سے صرف دو افراد کو اترتے دیکھ کر منیجر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دی تھیں۔ حالانکہ اس نے تمام لوگوں کو لینے کے لئے کئی گاڑیاں بھیجی تھیں لیکن اس سلسلے میں سیکریٹری سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا تھا۔

منیجر نے آگے بڑھ کر شہزادہ صاحب کا استقبال کیا اور شہزادہ صاحب بینڈ باجے والوں کے انداز میں چھڑی گھمانے لگے۔ پھر انہوں نے لچک کر سیکریٹری کی طرف دیکھا اور نرم اور مہین آواز میں بولے۔

''یہ کون ہیں؟''

''حضور! یہ اس ہوٹل کے منیجر ہیں۔''

''منیجر۔'' شہزادہ صاحب دوہرے ہو گئے۔ ان کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ منیجر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تاہم اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

''جی حضور! آپ کا خادم۔''

''اچھا' ہمارے کمرے بک کر دیئے گئے؟'' شہزادہ ڈھمپ نے اسی طرح لچک کر کہا۔

''جی حضور' ملاحظہ فرمایئے شاید آپ کے قابل ہوں۔'' منیجر نے ادب سے کہا اور شہزادہ صاحب لچکتے مٹکتے آگے بڑھنے لگے۔

ان کی چال دیکھ کر منیجر کو ہنسی آ رہی تھی۔ اسٹاف کے

WASAF AZEEM PAKISTANIPOINT.COM

لوگ دور دور ہی کھڑے ہوئے تھے۔ اور اپنے منہ دبائے ہوئے تھے۔ یہ شہزادہ صاحب تو واقعی پرلطف شخصیت تھے۔ ان کی چال میں بے پناہ نسوانیت بلکہ ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے کوئی نام دیتے ہوئے ہنسی آئی تھی۔ انہیں دوسری منزل پر پہنچا دیا گیا اور شہزادہ صاحب نے صرف اپنا کمرہ دیکھا جو ان پندرہ کمروں کے عین درمیان تھا۔

''ہمیں جگہ پسند آئی منیجر۔'' شہزادہ صاحب نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تھیلی نکالی جس پر سلمٰی ستارے کا کام کیا ہوا تھا۔ تھیلی کے اندر سے انہوں نے نوٹوں کی ایک چھوٹی سی گڈی نکالی اور منیجر کے حوالے کرتے ہوئے بولے۔

''یہ تمہارا انعام منیجر۔''

''جی حضور نوازش کرم۔ شکریہ مہربانی۔'' منیجر نے اپنی پھولی ہوئی توند کے باوجود جھک جھک کر آداب کرنے کی کوشش کی۔ وہ شہزادہ صاحب کے مزاج کو سمجھ رہا تھا پھر اس نے باہر نکل کر پہلے سے موجود سیکریٹری سے پوچھا۔

''یہ شہزادے صاحب کے ساتھ باقی لوگ کیوں نہیں آئے؟''

''باقی لوگ؟'' سیکریٹری نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

''میرا مطلب ہے جن کے لئے آپ نے یہ کمرے بک کرائے ہیں۔''

''اوہ! منیجر یہ بات شاید ہم تم سے کہنا بھول گئے تھے۔ شہزادے صاحب جہاں بھی جاتے ہیں اپنے لئے کمروں کی ایک قطار ہی بک کراتے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''اب درمیانی کمرے میں وہ رہیں گے اور چھ کمرے اس طرف اور چھ کمرے اس طرف خالی رہیں گے۔ دراصل شہزادے صاحب نہیں چاہتے کہ ان کمروں سے نکلنے والی ہوائیں ان تک پہنچیں اور ان کمروں کا شور انہیں پریشان کرے' ایک کمرے میں میں' یعنی آخری سرے کے کمرے میں اور دوسرے کمرے میں ان کا سیکریٹری رہے گا۔ باقی کمرے خالی رہیں گے۔''

''خدا کی پناہ۔ تو شہزادے صاحب نے صرف اپنے لئے یہ پندرہ کمرے بک کرائے ہیں؟''

''ہمیشہ ہی ایسا کرتے ہیں شہزادوں کی شان شہزادوں جیسی ہی ہوتی ہے۔ تمہیں شاید کبھی کسی شہزادے کا دیدار نصیب نہیں ہوا منیجر؟''

''اس میں کوئی شک نہیں ہے' ایسے عجیب وغریب شہزادے صاحب' میں نے پہلی بار دیکھے ہیں۔''

''ذرا احتیاط رکھنا شہزادے صاحب بہت ہی تنک مزاج ہیں۔'' سیکریٹری نے کہا اور منیجر نے زور زور سے گردن ہلائی۔ اسے اپنی جیب میں نوٹوں کی گڈی محسوس کر کے بڑی فرحت ہو رہی تھی۔

شام کو دوسرے سیکریٹری نے منیجر سے ملاقات کر کے کہا۔

منیجر کیا آپ نے ڈائننگ ہال میں شہزادے صاحب کے لئے بندوبست کر دیا ہے؟''

''اوہ جناب اس سلسلے میں ہدایات جاری فرما دیں۔ بندوبست ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔''

''پندرہ میزوں کو برابر برابر جوڑ دیا جائے اور ان کے گرد کرسیاں صرف تین ڈلوائی جائیں چوتھی کرسی نہیں ہونی چاہئے۔۔ شہزادے صاحب کی کرسی ذرا عمدہ ہو تو بہتر ہے۔''

''پندرہ میزوں کو ایک ساتھ جوڑ دیا جائے۔''

''ہاں ظاہر ہے۔ ویسے بھی منیجر ہر کمرے کے لئے آپ کے ہاں ایک میز مخصوص ہوتی ہوگی۔

''ہاں ہاں بالکل' بالکل' نہ بھی ہوتی تو بھی آپ کے حکم سے انحراف تو ممکن نہیں تھا لیکن پندرہ میزوں کو جوڑنے کے لئے ایک ہی جگہ.....'' منیجر رخسار کھجانے لگا پھر بولا۔ ''ٹھیک ہے' شہزادے صاحب کھانے میں کیا چیزیں پسند کرتے ہیں؟ براہ کرم ان کی تفصیلات ہمیں

مہیا کر دی جائے۔''

''کوئی خاص بات نہیں' بس مونگ کی دال کا خاص طور سے اہتمام رکھنا۔''

''مونگ کی دال؟'' منیجر نے حیرت سے کہا۔

''ہاں' شہزادے صاحب کی پسندیدہ غذا ہے۔''

''ب..... بہت بہتر' کوئی خاص ہدایت اس سلسلے میں؟''

''نہیں..... نہیں ویسے کھانے کی میز پر جتنے کھانے تمہارے ہاں پکے ہوں سب کے خوان ہونے چاہئیں بالکل اطمینان رکھنا ہر چیز کا بل ادا کیا جائے گا۔''

''لل' لیکن جناب تین افراد۔''

''ہاں' بس یہ شہزادے صاحب کی سوچ ہے۔ ہم بھلا اس سوچ کو کیسے بدل سکتے ہیں؟''

''بقیہ کھانے کا کیا ہوگا؟''

''کچھ نہیں' جو کھانے بچیں' آپ انہیں جس طرح چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ ویسے شہزادہ صاحب عموماً کھانا خراب نہیں کرتے۔''

''ب..... بہت بہتر' میں کچھ اور اہتمام کروں؟''

''نہیں وہ بہت سادہ اور منکسر المزاج ہیں۔ کسی اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔'' یہ حکم بھی منیجر کے لئے عجیب تھا۔

ویٹرز کو احکامات جاری کر دیئے گئے۔ چنانچہ پندرہ میزیں ایک جگہ جوڑ دی گئی تھیں اور ان پر نہایت نفاست سے ڈیکوریشن کی چیزیں سجا دی گئی تھیں۔ جن میں تازہ پھول جگہ جگہ پائے جاتے تھے۔ ایک مرصع قسم کی کرسی بھی کہیں سے حاصل کر لی گئی تھی ویسے جو لوگ اس ہوٹل میں قیام پذیر تھے' وہ اس اہتمام کو گہری نگاہ سے دیکھ رہے تھے اور پھر کسی کی زبانی انہیں شہزادے صاحب کی آمد کی اطلاع ہوگئی۔ چنانچہ ان کے ذہنوں میں بھی تجسس ابھر آیا۔

شام کو ڈائننگ ہال خاص طور سے بھر گیا تھا اور سب لوگ شہزادے صاحب کے بارے ہی میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ منیجر نے آرکسٹرا کو بھی خاص طور سے ہدایات جاری کی تھیں اور آرکسٹرا بڑی عمدگی سے آراستہ ہو گیا تھا۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شہزادے صاحب نے ڈائننگ ہال میں قدم رنجہ فرمایا۔ انہیں دیکھ کر بہت سوں کی ہنسی نکل گئی تھی۔ اتنی بھڑکیلی اور چمکدار شیروانی پہنی ہوئی تھی کہ آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی تھی۔ سنہری چھڑی کو ہاتھ میں لئے کچھ اس انداز میں لچک لچک کر چل رہے تھے جیسے زمین سے کوئی خطرہ درپیش ہو۔ دونوں سیکریٹری مودبانہ انداز میں ان کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے پھر شہزادے صاحب کا استقبال منیجر نے کیا اور استقبالیہ کلمات ادا کئے اور اس کے بعد انہیں مرصع کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ دونوں سیکریٹری میزوں کے سروں پر اتنے ہی فاصلے پر جا بیٹھے یعنی چھ میزیں ادھر چھ میزیں ادھر۔ درمیانی میز پر شہزادے صاحب اور دونوں کنارے پر سیکریٹری حضرات۔

شہزادے صاحب آرکسٹرا کی دھنوں سے لطف اندوز ہونے لگے۔ کبھی کبھی ان کے ہاتھ ان دھنوں پر فضا میں لچکنے لگتے تھے اور گردن ایک مخصوص انداز میں ہلنے لگتی تھی۔

دنیاوی لذتیں

مامون رشید نے ایک دن حسن بن سہیل سے کہا۔ ''جس نے دنیا کی تمام لذتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایک لذت ایسی ہے جس سے انسان کسی نہ کسی وقت اکتا جاتا ہے۔ لیکن سات لذتیں ایسی ہیں جن سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ گندم کی روٹی' بکری کا گوشت' ٹھنڈا پانی' ملائم کپڑا' خوشبو' گداز بستر اور ہر قسم کے حسن کو دیکھنا۔'' حسن بن سہیل نے کہا۔ امیر المومنین ایک چیز رہ گئی ہے۔ اور وہ ہے لوگوں سے بات چیت کرنا۔ مامون رشید نے اس کی تصدیق کی۔''

(چوہدری صوفی نور الٰہی جٹ.....لاہور)

PAKISTANIPOINT.COM

جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ساکت و جامد کھڑا رہا۔"

"کیا بات ہے لوئیس؟ کیا ہوا؟" نقاب پوش نے بھاری لہجے میں کہا۔

"جج' جناب میرا اڈہ تباہ ہوگیا۔ وہاں خوفناک دھماکے ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگ مر چکے ہیں اور اب میرا اڈہ پولیس کے گھیرے میں ہے۔"

"یہ بات مجھے بتائی جا چکی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ کیسے ہوا؟" نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کا محرک ایک لڑکی ہے۔ کمبخت نجانے کون تھی۔ بس اڈے میں داخل ہوئی۔ میرے لوگوں کا کہنا ہے کہ پہلے اس نے منشیات طلب کی اور اس کی ضرورت کی منشیات فراہم کردی گئیں پھر اس نے چالاکی سے ایک شخص سے لوئیس ڈیپارلو کے بارے میں معلومات حاصل کیں پھر وہ میرے کمرے میں آ گئی۔ جناب والا میں کسی لڑکی کے بارے میں بھول کر بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ ذلیل اس قدر خطرناک ہوگی۔ اندر آنے کے بعد اس نے دروازہ بند کردیا اور میری طرف متوجہ ہوگئی پھر اس نے مجھ سے ڈیپارلو کے بارے میں پوچھا۔

"کیا؟" نقاب پوش اچھل پڑا۔

"ہاں' وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ ڈیپارلو کہاں ہے؟ میں نے اس وقت تو توجہ نہیں دی تھی کہ وہ اس قدر خطرناک ہوسکتی ہے..... لیکن وہ شاید مارشل آرٹ کی ماہر تھی اس نے مجھے مارنا شروع کردیا اور جناب عالی یہ حقیقت ہے اور میں سچ عرض کررہا ہوں کہ میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکا اس نے مار مار کر میرا حلیہ بگاڑ دیا اور مجھے اتنا موقع نہیں دیا کہ میں اپنے ساتھیوں کو اپنی مدد کے لئے بلاسکوں۔ وہ بار بار یہی سوال کررہی تھی کہ ڈیپارلو کہاں ہے میں نے اسے یہی بتایا کہ میں مسٹر ڈیپارلو کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور میرا اپنا نام لوئیس ڈیپارلو ہے جس پر اس نے یقین نہ کرنے والے انداز میں مجھ سے کہا کہ وہ ڈیپارلو کے بارے میں معلومات حاصل کردے گی لیکن میں ڈیپارلو کو ایک پیغام دے دوں۔ میں اس سے کہوں کہ نریما سارڈان آ گئی ہے اور اب ڈیپارلو کا بچنا ممکن نہیں ہوگا۔"

نقاب پوش کے جسم کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ نقاب کے پیچھے چمکنے والی آنکھوں سے آنے والے کو دیکھنے لگا اور پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا نام بتایا اس نے؟"

"نریما سارڈان۔" نقاب پوش پھر خاموش ہوگیا اور چند لمحات کے لئے مکمل خاموشی طاری رہی اس کے بعد اس نے کہا۔

"ہوں۔ تم نے اس کے جواب میں کیا کہا؟"

"میں یہی اظہار کرتا رہا جناب کہ میں کسی ڈیپارلو کو نہیں جانتا اور میرا نام ہی لوئیس ڈیپارلو ہے۔ وہ تھوڑی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی اور پھر اپنی دانست میں میری کنپٹی پر ایک زوردار ہاتھ رسید کرکے مجھے بے ہوش کرکے باہر نکل گئی لیکن میں بے ہوش نہیں ہوا تھا میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے کہ دفعتاً ہی میرے اڈے میں ایک خوفناک دھماکا ہوا اور اس کے بعد صورت حال بری طرح بگڑ گئی۔ پھر ایک دو دھماکے اور ہوئے' مجھے یقین ہے جناب یہ اسی شیطان کی بچی کا کام ہے۔ میں تو بچ گیا لیکن میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے اڈے میں موجود کئی افراد یا تو ہلاک ہوچکے ہیں یا شدید زخمی ہوں گے۔ اڈہ تباہ ہوچکا ہے۔"

نقاب پوش نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ وہ بدستور کھڑا ہوا تھا پھر اس نے کہا۔

"تمہارے اڈے میں اس وقت کتنا ذخیرہ تھا؟"

"زیادہ نہیں جناب یہی شکر ہے۔"

"ہوں' اس کے بعد تم نے کیا کیا؟"

"بس اس کے بعد میرے لئے وہاں رکنا مناسب نہیں تھا' کیونکہ میں جانتا تھا کہ پولیس سارے علاقے کو گھیر لے گی۔ اب اس وقت صورت حال معلوم کرنا تو بہت مشکل کام تھا۔ چنانچہ میں ان لوگوں کے پاس پہنچا

اور ان سے درخواست کی کہ مجھے آپ کے پاس پہنچادیں۔ نریما سارڈان کا پیغام ہر حالت میں آپ کو دینا تھا۔"

سیاہ پوش ایک لمحے تک یوں ہی کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا صوفے تک پہنچ گیا اور بیٹھنے کے بعد دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے اور ٹانگیں پھیلا دیں۔ دونوں آدمی بالکل خاموش کھڑے ہوگئے تھے اور لوئیس ڈیپارلو بھی اسی انداز میں اپنی جگہ کھڑا تھا۔ نقاب پوش تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ان دونوں کی طرف رخ کرکے کہا۔

"اور تم اسے لئے ہوئے سیدھے یہاں چلے آئے؟"

"مم' میں میں سمجھا نہیں جناب۔" لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"کیا اس بات کے امکانات نہیں ہیں کہ اس نے مسلسل اس پر نگاہ رکھی ہو اور پھر تمہارے ساتھ ساتھ یہاں تک آئی ہو۔"

"نہیں۔" دونوں بری طرح اچھل پڑے۔ لوئیس بھی خوفزدہ ہوگیا تھا۔ نقاب پوش کے انداز میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی پھر اس نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ سنو تم دونوں لوئیس کو نمبر تیرہ میں لے جاؤ اور اس کے بعد وہیں مقیم رہو۔ خبردار وہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا اور لوئیس تم بالکل بیوقوف کے بچے ہو۔ تمہیں حالات کا جائزہ لینا چاہئے تھا اور سیدھے یہاں نہیں آ جانا چاہئے تھا۔ وہ میری کوئی دشمن ہی ہوسکتی ہے ذرا اس کا حلیہ مجھے بتاؤ۔" لوئیس نے لڑکی کا حلیہ دہرا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے جاؤ نمبر تیرہ میں چلے جاؤ اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو۔"

"جی بہت بہتر' دونوں آدمیوں نے جواب دیا اور پھر وہ لوئیس کے ساتھ باہر نکل گئے۔

اس طویل و عریض کمرے میں نقاب پوش تنہا بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اسی دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ جس سے نکل کر باہر آیا تھا۔ دوسری جانب ایک وسیع و عریض راہداری تھی۔ جس کی دو سمتوں میں چھوٹے چھوٹے دروازے نظر آرہے تھے۔ آخری دروازہ اس بڑے ہال کا تھا جس کے دوسری جانب ایک

اقرار

میری ہر اک سانس
ہر اک جذبہ
امانت تیری
رنگ چاہتوں کے یونہی
بکھرتے رہیں
تو مجھ پر
پیار کا بن کے ساون
برستا رہے
میری آنکھوں میں
سارے خواب
"تیرے نام" کے ہوں
تو.....!
کلائی میں بن کے چوڑیاں
کھنکتا رہے
تیرے نام کی "حنا"
ہاتھوں کو مہکاتی رہے
نظر جدھر کروں
بس تو ہی تو ہو
تیرے سوا' کچھ نظر نہ آئے مجھے
تیری چاہت کا
سرعام اقرار کروں
ہاں' اے میرے ہمسفر!
کچھ ایسا ہی
تم سے پیار کروں

(نزوبیہ جہد..... کھیالی)

WWW.PAKSOCIETY.COM

شاندار خواب گاہ نظر آ رہی تھی۔ خواب گاہ تو اسے صرف اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس میں ایک ڈبل بیڈ بچھا ہوا تھا۔ ورنہ وہ بھی ڈرائنگ روم ہی کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہت ہی نفیس قسم کا فرنیچر سجا ہوا تھا جس کا اس عمارت میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اندر پہنچنے کے بعد نقاب پوش نے ایک ریک پر رکھا ہوا چھوٹا سا چوکور بکس اٹھایا اور اس کے دو بٹن دبا دیئے دوسرے لمحے ایک آواز ابھری۔

''یس سر' گیسٹر بول رہا ہے۔''

''میرے پاس آ جاؤ۔'' نقاب پوش نے کہا۔

''ابھی حاضر ہوا سر۔ دوسری طرف سے آواز آئی اور نقاب پوش نے بٹن آف کر دیا اس کے بعد وہ خاموشی سے ایک آرام چیئر پر بیٹھ کر کچھ سوچتا رہا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد گٹھے ہوئے بدن کا ایک طاقتور آدمی اندر داخل ہو گیا۔ اس نے فوجی انداز کی وردی پہنی ہوئی تھی۔ اندر داخل ہونے کے بعد اس نے گردن خم کی اور نقاب پوش اس سے کہنے لگا۔

''گیسٹر! تیرہ نمبر میں' میں نے تین مہمان بھیجے ہیں انہیں واپسی کے سفر پر روانہ کر دو' ایسے بیوقوف لوگوں کی مجھے ضرورت نہیں۔''

''بہتر سر' کیا وہ تیرہ نمبر میں ہی ملیں گے۔''

''ہاں' ان میں ایک لوئیس ہے اور دوسرے ہمارے دو کتے جنہیں یہ تمیز بھی نہیں کہ کس انداز میں کام کرنا چاہئے۔ لوئیس کا اسٹیشن تباہ ہو گیا ہے اور ہمیں اب اس سلسلے میں از سر نو کارروائی کرنی ہوگی۔ تم جانتے ہو کہ ڈیپارلو کا نام لوئیس کے ساتھ صرف اس لئے لگایا گیا تھا کہ جو ڈیپارلو کے شناسا ہیں وہ سیدھے وہاں پہنچ جائیں اور وہاں سے اپنی ضرورت کی اشیا حاصل کر لیں' لیکن اس کتے کے بچے نے یہ اڈہ ختم کرا دیا اور اس کا ذریعہ پتا ہے کون ہے؟''

''میں نہیں جانتا جناب۔''

''وہی سؤر کی بچی جس کا نام نریما سارڈان ہے۔''

گیسٹر کے جسم کو بھی ایک جھٹکا لگا تھا اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''مم' مگر سر وہ یہاں کہاں سے آ گئی؟''

''فضول باتوں سے گریز کرو' بس تمہیں اطلاع دے دی گئی ہے۔ تیرہ نمبر میں ان تینوں کو ختم کر دو اور اس کے بعد کی صورت حال پر نگاہ رکھو۔ ہمیں مقامی پولیس سے اتنا خطرہ نہیں ہے' جتنا اس کمینی سے۔'' نقاب پوش نے دانت پیستے ہوئے کہا' اس کا لہجہ یہی بتاتا تھا۔

''اور کوئی حکم جناب؟''

''صرف مودبانہ انداز سے کام نہیں چلتا گیسٹر۔ عقل کو ساتھ رکھو یہ کیا شروع کر دیا ہے تم لوگوں نے۔''

''آپ بالکل درست کہتے ہیں سر ان دونوں نے اتنی بڑی غلطی کی ہے کہ انہیں اس کی سزا ملنی چاہئے لیکن آپ اطمینان رکھئے ہم ایسی کوئی حماقت نہیں کریں گے۔''

''ہوں' جاؤ دیکھو اور صورت حال کو پوری طرح اپنے کنٹرول میں کرو۔ اس عمارت کے گرد چند افراد کو پھیلا دو اندر کا کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن باہر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔''

''بہت بہتر سر' میں ابھی سارے انتظامات کئے دیتا ہوں۔'' پستہ قامت گٹھے ہوئے بدن کے گیسٹر نے کہا اور اس کے بعد نقاب پوش کی اجازت لے کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ نقاب پوش اب بھی آرام چیئر پر اسی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی پوزیشن تبدیل نہیں کی تھی اور کسی گہری سوچ میں نظر آ رہا تھا۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی پھر نقاب پوش اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ کسی خیال کے تحت اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ شاید وہ اپنا نقاب وغیرہ اتارنا چاہتا تھا۔

دروازہ بند کرنے کے بعد وہ پلٹا اور دونوں ہاتھ پشت پر باندھے ہوئے ایک دیوار تک چلا گیا پھر وہاں سے پلٹا اور دروازے تک آیا۔ غالباً وہ چہل قدمی کر رہا تھا لیکن اچانک ہی اسے ایک احساس سا ہوا اور دوسرے لمحے وہ

سامنے کی سمت دیکھنے لگا۔ ایک دوسری خوبصورت کرسی پر کوئی اور بیٹھا ہوا تھا۔ نقاب پوش کے پورے جسم میں چنگاریاں سی بھر گئیں۔ وہ ششدر نگاہوں سے ادھر دیکھتا رہا۔

کرسی پر بیٹھی ہوئی شخصیت نریما سارڈان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ وہ پر اطمینان انداز میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ نقاب پوش پر ایک لمحے کے لئے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا اور سرد لہجے میں بولا۔

''ہاں ڈیئر ڈیپارلو' تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ انسان کو بہر حال اس کی محنت کا پھل ملتا ہے۔ مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ صرف مجھ سے خوفزدہ ہو کر تم نے اتنے دور دراز ملک کا سفر اختیار کیا اور یہاں آ کر اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا۔

ڈیپارلو بری طرح جھلا گیا غالباً ان الفاظ نے اس پر چھائی ہوئی سکتے کی کیفیت دور کر دی تھی۔ اس نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''چھچھوندر کی بچی۔ تیری یہ غلط فہمی بہت جلد دور ہو جائے گی۔ کتنی احمقانہ سوچ ہے' تیری وجہ سے صرف تیری وجہ سے میں یورپ چھوڑ دوں گا۔ گدھی ہے تو' بلکہ گدھے کی بچی ہے۔ تو یہ بات نہیں جانتی کہ ان دنوں یورپ میں صورتحال مختلف ہو گئی ہے اور تو جانتی ہے کہ ہماری سپلائی کی منڈیاں یہی علاقے ہیں۔ میں ان علاقوں میں ہونے والی بدعنوانیوں کو کنٹرول کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ یہ تیری غلط فہمی ہے جسے دل سے نکال دے۔ میری سپلائی متاثر ہو رہی تھی چنانچہ میں نے یہاں آنے کے بعد سارا نظام اپنے ہاتھ میں سنبھال لیا ہے اور تو' تو اس غلط فہمی کا شکار ہے۔''

''خیر مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ تم کس لئے یہاں آئے ہو۔ دراصل مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ بالآخر میں تم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔

''فضول باتوں سے گریز کر نریما سارڈان' یہ بتا کہ تو چاہتی کیا ہے؟'' نقاب پوش نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم جانتے ہو ڈیپارلو کہ ایک ہی مشن ہے میرا صرف ایک ہی مشن' تمہیں کتے کی موت مار دینا اور یوں لگتا ہے جیسے آج میں اپنے اس مشن میں کامیاب ہو گئی ہوں۔'' نریما سارڈان نے گود میں رکھا ہوا سیاہ رنگ کا پستول اٹھا لیا اور اس کا رخ ڈیپارلو کی جانب کر دیا لیکن ڈیپارلو کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ نقاب کے پیچھے چھپی ہوئی نگاہوں سے نریما سارڈان کو گھور رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''تیری موت یا زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے' میں بے کار قتل و غارت گری بھی پسند نہیں کرتا لیکن تو نے لوئیس کے اڈے میں داخل ہونے کے بعد وہاں کئی افراد کو قتل کر دیا ہے اور اس اڈے کو دھماکے سے تباہ بھی کر دیا ہے۔''

''ہاں ڈیپارلو' میری خواہش تو یہ ہے کہ نہ صرف تو بلکہ تجھ جیسے جتنے افراد اس دنیا میں موجود ہیں' سب ہی

غزل

شجر الفت اکھاڑ کر خوش ہیں
وہ مرا گھر اجاڑ کر خوش ہیں
اپنے پاؤں میں وہ تمنا کے
پھول سارے لتاڑ کر خوش ہیں
تم سمیٹو جہان کی خوشیاں
ہم تو دامن کو جھاڑ کر خوش ہیں
پنچھیوں کے' یہ لوگ جانے کیوں
آشیاں پھونک ساڑ کر خوش ہیں
کتنے ظالم ہیں شہر کے انساں
رشتے ناطے بگاڑ کر خوش ہیں
وہ عذابوں کا اک علم رانا
میرے سینے پر گاڑ کر خوش ہیں

قدیر رانا..... راولپنڈی

PAKISTANIPOINT.COM

میرے ہاتھوں فنا ہو جائیں اور تیرے قتل کے بعد بھی میں بات ختم نہیں کروں گی میرا مشن تو بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اب میں ہر اس شخص کے قتل کی خواہش مند ہوں جو تیرے جیسا ناجائز کاروبار کرتا ہے جو لاتعداد انسانوں کو زندگی سے دور کر کے موت کے قریب لے جاتے ہیں۔''

''بہت بہت بڑی باتیں کر رہی ہے تو' یہ باتیں تیری عمر سے مطابقت نہیں رکھتیں نریما سارڈان' کیوں اپنی زندگی کی گاہک بن گئی ہے کچھ چاہئے تو مجھے بتا بلکہ میں نے تو تجھے پیشکش بھی کی تھی کہ میرے گروہ میں شامل ہو جا زندگی آرام سے گزر جائے گی۔''

''میں تیری زندگی لینا چاہتی ہوں ڈیپارلو' میں صرف تیری موت کی خواہش مند ہوں۔'' نریما سارڈان نے پستول سیدھا کر لیا اور اس کی انگلی ٹریگر پر آہستہ آہستہ دباؤ ڈالنے لگی ڈیپارلو نے دونوں ہاتھ آگے کئے اور آہستہ سے بولا۔

''دیکھ نریما' عقل سے کام لے ذرا صحیح طریقے سے سوچ۔'' اس کے دونوں ہاتھ اس انداز میں آگے بڑھے ہوئے تھے جیسے وہ نریما کو روکنا چاہتا ہے لیکن دفعتاً ہی اس کی انگلیوں سے سفید رنگ کی چنگاریاں سی پھوٹیں اور ایک لمحے کے لئے نریما کی نگاہوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی۔ چنگاریوں نے اس کے جسم کو چھوا اور نریما کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکل گئی۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا تھا۔ ڈیپارلو کا بھیانک قہقہہ گونج اٹھا۔ نریما زمین پر گر کر تڑپنے لگی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان چنگاریوں نے اس کے بدن میں سوراخ کر دیئے ہوں۔ چند لمحے وہ اسی طرح تڑپتی رہی اور پھر ٹیڑھی میڑھی ہو کر ساکت ہو گئی۔ ڈیپارلو اپنی جگہ خاموش کھڑا ہوا تھا اس نے پھر دونوں ہاتھ باندھ لئے تھے پھر اس نے زور سے گردن جھٹکی اور آہستہ سے بولا۔

''بیوقوف! ڈیپارلو کے مقابل آئی تھی۔'' وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس نے نریما کے مردہ جسم کو پاؤں کی ٹھوکر سے سیدھا کرنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت بجلی سی چمکی' نریما کے دونوں ہاتھ اس کی پنڈلی پر پڑے تھے اور اس نے پنڈلی کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے کر ڈیپارلو کو ایک زوردار چکر دیا تھا۔ ڈیپارلو بے اختیار حلق سے ایک آواز نکال کر نیچے گر پڑا اور نریما نے اس کی پسلیوں پر ایک زوردار ٹھوکر لگائی۔ ڈیپارلو کسی زخمی بھینسے کی طرح چیخا تھا اور اس نے کسی کو آواز دی تھی باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر کوئی دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ زور زور سے پیٹا جا رہا تھا۔ ڈیپارلو ایک بار پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے نریما پر پھر وہی چنگاریاں فائر کیں لیکن نریما نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی' چنگاریاں سیدھی نکلی چلی گئیں۔ ڈیپارلو نے رخ تبدیل کر کے پھر اس پر وہی حملہ کیا لیکن نریما اچھل کر اس کے اس حملے کو بھی خالی دے گئی اور اب وہ پورے کمرے میں اسپرنگ لگے ہوئے کسی گڈے کی طرح اچھلتی پھر رہی تھی۔ کبھی بیڈ پر کبھی کارنس پر اور کبھی نیچے۔ ڈیپارلو پاگلوں کی طرح دونوں ہاتھ سیدھے کر کے اس پر چنگاریاں فائر کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی سی کیفیت نظر آ رہی تھی لیکن نریما کی برق رفتاری قابل دید تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ مشینی عمل کے تحت یہ سب کچھ کر رہی ہے یا پھر اس کے جسم میں کوئی ایسی قوت پوشیدہ ہے جس نے ڈیپارلو کا ایک بھی نشانہ کارگر نہ ہونے دیا تھا۔ دفعتاً ہی وہ اچھل کر فانوس پر چڑھ گئی اور ڈیپارلو نے فانوس پر فائر کر دیا لیکن فانوس پر چڑھنا بے معنی نہیں تھا اچھل کود کے درمیان نریما کی نگاہیں کمرے کا جائزہ بھی لیتی رہی تھیں اور غالباً اس نے فانوس کی عین سیدھ میں وہ روشندان تاک لیا تھا جو آدھا کھلا ہوا تھا لیکن اس میں سے کسی انسانی جسم کا گزر جانا ناقابل یقین ہی سا تھا۔ نریما فانوس پر چڑھی تو ڈیپارلو کا رخ اوپر کی جانب ہو گیا اس نے دونوں ہاتھ اوپر کر کے فانوس پر فائر کیا اور شیشے کے ٹکڑے فضا میں بکھر گئے لیکن نریما کی چھلانگ اسے

روشندان تک لے گئی تھی ایک لمحے کے لئے وہ روشندان پکڑے لٹکتی ہوئی نظر آئی تھی لیکن جب ڈیپارلو نے روشندان کی طرف فائر کیا تو نریما کا جسم حیرت انگیز طور پر آدھے کھلے ہوئے روشندان سے باہر نکل گیا تھا۔ ڈیپارلو نے روشن دان پر کئی بار فائر کئے لیکن روشندان کی لکڑی اور شیشہ ٹوٹنے کی آوازوں کے علاوہ اور کوئی آواز نہ سنائی دی۔

باہر سے دروازہ مسلسل پیٹا جا رہا تھا۔ ڈیپارلو وحشت ناک نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا پورے کمرے میں ابتری پھیل گئی تھی۔ بہت سی چیزیں گر کر ٹوٹ گئی تھیں۔ عظیم الشان فانوس زمین بوس ہو گیا تھا اور شیشوں کے ٹکڑے چاروں طرف کمرے میں بکھرے ہوئے تھے۔

ڈیپارلو نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی اور پھر دروازے کی جانب چل پڑا اس نے دروازہ کھولا تو کئی آدمی اندر گھس آئے۔ ڈیپارلو نے انہیں اپنے ہاتھوں پر روک کر زور سے باہر دھکا دیا اور غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''کتے کے بچو! اسے تلاش کرو' چھت پر' وہ نکل گئی پکڑو اسے۔'' چاروں آدمی یہ جاننے بغیر کہ ڈیپارلو کس کے بارے میں کہہ رہا ہے جس طرح اندر آئے تھے اسی طرح باہر نکل گئے اور اس کے بعد پوری عمارت میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ لوگ کبھی چھتوں پر چڑھتے کبھی نیچے جا رہے تھے۔ باؤنڈری کے باہر بھی کسی کو تلاش کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں اور ڈیپارلو سکتے کے سے عالم میں کمرے کے وسط میں کھڑا ہوا کمرے کی ابتری کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس لئے پتا نہیں چل پائے تھے کہ اس کے چہرے پر نقاب تھا لیکن اس کے اعضاء سے کافی اضطراب کا اظہار ہوتا تھا۔

دو یا تین منٹ گزر گئے اور ڈیپارلو کو باہر سے کوئی جواب نہ مل سکا' البتہ اسے بھاگنے دوڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ نریما سارڈان کو تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ ڈیپارلو نے دل ہی دل میں سوچا کہ یقینی طور پر وہ باہر نکل گئی ہے اس کے انداز میں ایک عجیب سا اضطراب پایا جاتا تھا پھر اس

نظم

تم پہ لکھنے بیٹھی تو
قلم نے ساتھ چھوڑ دیا
کاغذ خاموش ہو گیا
روشنائی کو نہ جانے کیا ہوا
کہ نوک قلم سے ہر لفظ فراموش ہو گیا
تم پہ لکھنے بیٹھی تو
ساتھ اپنے سوکھی سانسیں تھیں
وہی مری مری آہیں تھیں
نہ تیرے ہاتھ نہ سینہ
اور نہ تیری باہیں تھیں
تم پہ لکھنے بیٹھی تو
آنکھوں میں بہت نمی تھی
آنسوؤں پہ گرد جمی تھی
دل میں دور تک خاموشی تھی
شاید میرے ہی جذبوں میں کچھ کمی تھی
پھر بھی تم پہ لکھنے بیٹھی تو
ہاتھ کپکپا رہے تھے' نوک قلم پہ لفظ ڈگمگا رہے تھے
دل میں عجب سوز تھا
اور عجب واہمے ستا رہے تھے
تبھی تو کچھ لکھ نہ پائی
قلم توڑا' کاغذ پھاڑ دیا
اپنا آپ جیسے اجاڑ دیا
لیکن لمحے کے آخری حصے میں
بہت چپکے سے' بہت خاموشی سے
اپنا ہاتھ کاٹ دیا
کہ تم پہ نہ کچھ لکھ سکوں
تو کبھی کچھ بھی نہ لکھ سکوں

(نادیہ جہانگیر..... مومبر آزاد کشمیر)

WAQAR AZEEM PAKISTANIPOINT.COM

نے خود بھی دروازے کی جانب رخ کیا' لیکن اسی وقت اسے عقب میں کچھ آوازیں سنائی دیں اور وہ اچھل کر پلٹ پڑا' روشندان میں کسی انسانی وجود کی موجودگی کا پتا چل رہا تھا اور پھر دوسرے لمحے آواز سنائی دی۔

''ڈیپارلو! اس وقت تو تیری تقدیر تیرا ساتھ دے گئی لیکن تیرا کیا خیال ہے میں تجھے زندہ چھوڑ دوں گی۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا خیال رکھنا بہت جلد تیری زندگی کے آخری لمحات قریب آجائیں گے۔'' ڈیپارلو نے بے اختیارانہ طور پر ہاتھ روشندان کی طرف بلند کئے اور ایک بار پھر اس نے وہی فائر کرنے کی کوشش کی لیکن روشندان خالی ہوگیا تھا۔ ڈیپارلو پاگلوں کی طرح چیختا ہوا دروازے کی جانب بھاگا اور پھر دروازے سے باہر نکل گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو گالیاں دے رہا تھا اور انہیں آوازیں بھی دیتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سب اس کے گرد جمع ہوگئے۔

''تم لوگ چھت پر نہیں پہنچے۔''

''دیکھ چکے ہیں چیف چھت پر بھی دیکھ چکے ہیں۔''

''کتو! تم تم بالکل ناکارہ ہو کچھ نہیں کر سکتے ارے دیکھو وہ ابھی چھت پر موجود ہے اس نے چھت پر سے مجھے مخاطب کیا ہے۔''

ایک بار پھر بھگدڑ مچ گئی تھی لیکن ڈیپارلو کو شاید یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ ساری بھگدڑ اب بے مقصد ہے ظاہر ہے کہ اس کے بعد نریما کا یہاں رکنا ممکن نہیں تھا اور جو لوگ اسے چھت پر ہونے کے باوجود تلاش نہیں کر پائے وہ شاید اسے اس عمارت سے باہر نکلنے سے بھی نہیں روک سکیں گے۔

کمرے کی حالت ایسی نہ تھی کہ ڈیپارلو اب وہاں رکتا جگہ جگہ شیشوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ ڈیکوریشن کی بہت سی اشیا ٹوٹ گئی تھیں۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ ایک الماری کی جانب بڑھ گیا۔ الماری کھول کر اس میں سے کچھ اشیا نکالنے کے بعد وہ واپس پلٹا اور اس کمرے سے باہر نکل آیا' باہر اب بھی وہی ہنگامہ برپا تھا۔ ڈیپارلو کی کیفیت اب کسی قدر نارمل ہوگئی تھی۔ اس نے ایک شخص کو قریب بلایا اور آہستہ سے بولا۔

''گیسٹر کو میرے پاس بھیج دو۔ میں ہال میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔'' ڈیپارلو کے پاس ایک چھوٹا سا بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ گیسٹر چند ہی لمحات کے بعد وہاں پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر بدحواسی کے آثار نظر آرہے تھے۔

''چھلاوہ ہے کمبخت چھلاوہ' نکل گئی۔''

''گیسٹر! وہ نریما سارڈان ہی تھی اور اس کا یہاں تک پہنچ جانا بے حد خطرناک ہے ہم اس عمارت کو نہیں چھوڑیں گے تم لوگ یہاں پوری طرح مستعد رہو اور سنو والٹر کو میرا لباس پہنا دو اس سے کہو کہ وہ نقاب میں یہاں مقیم رہے اور تم سب لوگ والٹر کے ساتھ اسی انداز میں پیش آتے رہو جس طرح میرے ساتھ پیش آتے ہو تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے' ہمیں نریما سارڈان کو یہی تاثر دینا ہے کہ میں بدستور یہاں موجود ہوں۔''

''اوہ' بہتر ہے سر۔'' گیسٹر نے مودبانہ انداز میں کہا۔

''اور اب یہ کہنا بے کار ہے کہ تمہیں ہوشیار رہنا چاہئے۔ میں والٹر کی موت بھی نہیں چاہتا۔ ویسے وہ بے حد خونخوار ہے اور کسی بھی لمحے کسی کو نقصان پہنچا سکتی ہے چنانچہ اس کا خیال رکھا جائے۔''

''بہتر جناب۔'' گیسٹر نے جواب دیا اور ڈیپارلو بریف کیس ہاتھ میں اٹھائے دروازے سے باہر نکل گیا۔

(باقی آئندہ)